اسلام اور معاشی تحفظ

www.KitaboSunnat.com

یوسف القرضاوی

ترجمہ

عبدالحمید صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

اسلام اور معاشی تحفظ

یوسف القرضاوی

ترجمہ

عبدالحمید صدیقی

البدر پبلی کیشنز

۴۰۔بی۔اردو بازار ـــــ لاہور

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تعداد ——— ۱۱۰۰ ——— فروری ۱۹۷۸ء

پبلشرز: ——— البدر پبلی کیشنز

طابع: ——— شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت: ——— ۹/۰۰ روپے

457

04680

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابتدائیہ

آج کا مسلم معاشرہ اب یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ اسلام کوئی فرسودہ مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی ہے۔ وہ انسان کو خواہ مخواہ کے فقر و فاقہ میں مبتلا دیکھنے والا اور خیرات کی روٹی پر زندگی بسر کرنے کے لیے "توکل" کی راہ دکھانے والا اور ہر کنٹر کو "مشیت ایزدی" قرار دے کر سرِ تسلیم خم کر دینے کی تعلیم دینے والا کوئی باطل عقیدہ نہیں، بلکہ انسان کو پستی سے اُٹھا کر بلندی کی طرف لے جانے والا۔ اس کے تمام تر مسائل کا صحیح حل پیش کرنے والا اور روح و قلب کو سچی طمانیت بخشنے والا۔ نہایت ہی عظیم، انتہائی جدید اور حد درجہ ترقی پسند نظام ہے۔

یہ وہ دین ہے جو کسی وجہ سے بھی محروم حیات رہ جانے والوں کو مسجدوں کے دروازے پر دستِ سوال بڑھانے یا ہمیشہ کی دریوزہ گیری کرنے کو ان کا حاصل زیست سمجھ لینے کی تلقین نہیں کرتا۔ بلکہ "اَلسُّوَالُ ذِلٌّ" مانگنا ذلت کا کام ہے کہہ کر مانگنے کی ذلت سے آدمی کو بچاتا ہے اور "حق لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ" کہہ کر فضل سے نوازے ہوئے لوگوں سے کہتا ہے کہ ان کا حق مانگنے سے پہلے ان کو دیدو تم پر ان کا یہ حق ہے تم کو ان کا یہ حق ادا کرنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاقے کے فقر کو کبھی "الفخری" نہیں کہا بلکہ ہمیشہ اس سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگی اور ایک موقعہ پر اس کو مصیبت قرار دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے بچنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ کفر کی طرف لے جانے والی مصیبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی دعائیں منسوب ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب فرماتے تھے اور آپؐ نے مسلمانوں سے بھی فرمایا کہ وہ اپنے ربّ سے اپنے لیے اس کا فضل اور اس کی رحمت کے لیے دعائیں کیا کریں۔ فقر و فاقہ سے انسان کی غیرت اور حمیّت مر جاتی ہے اور خود داری مٹ جاتی ہے۔ نیز عزتِ نفس کا شائبہ تک باقی نہیں رہ پاتا۔ جب کہ اسلام یہ صفات بدرجۂ اُتم انسان کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔

علامہ **یوسف القرضاوی** اس دور کے مشہور اکابرِ دین اسلام میں سے ایک ہیں۔ آپ نے صرف اسی ایک مسئلہ کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "مشکلات الفقر وکیف عالجہا الاسلام" میں بیان کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب اسلام کے مالیاتی نظام کا صرف ایک باب ہے جو اہم ہونے کی وجہ سے ایک کتاب کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

جناب یوسف القرضاوی عالمِ اسلام کے ان معروف دینی رہنما اور علماء میں ہیں جن کی علمی خدمات نے عالمِ اسلام پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ ان کی خدمات کی وجہ سے تحریکِ اسلامی کے احیائی عمل کو بڑی تقویّت پہنچی ہے اور مسلمانانِ عالمِ اسلام پر معذرت کرنے کے بجائے اس پر فخر کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بیش از بیش دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور انکی کوششوں کو قبول فرمائے۔

ہمارے ادارہ کے رفیق پروفیسر عبد الحمید صدیقی نے اس کتاب کا ترجمہ کرکے اپنی جس علمی صلاحیت کا اظہار کیا ہے۔ وہ ہمارے لیے باعثِ تقویّت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے اور اس کام کی سعادت پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔

آمین

سیّد منّور حسن
سیکرٹری جنرل
ادارۂ معارف اسلامی۔ کراچی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیباچہ

انسان روزِ آفرینش سے ہی معاشی عدمِ تحفظ سے دوچار رہا ہے اور اپنے شکم کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہا ہے لیکن عصرِ حاضر میں انسان کا سب سے بڑا مسئلہ معاشی زبوں حالی کا مسئلہ ہے۔ وہ اس کے حل میں مجنونانہ مصروفِ کار ہے۔ اس تگ و دو میں اپنے ہوش و حواس تک کھو بیٹھا ہے۔ اس کی سوچنے سمجھنے کی قوتیں ماؤف ہو چکی ہیں۔ معاشی تحفظ کے حصول کے لیے اسے جس راہ کی نشاندہی کر دی جاتی ہے وہ اس کے نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر اس پر بھگٹٹ دوڑ پڑتا ہے اور ہلاکت و تباہی سے دوچار ہونے سے پہلے پیچھے مُڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ وہ کبھی ایک راستہ اختیار کرتا ہے اور کبھی دوسری راہ۔ لیکن ہر بار اسے گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آتا۔ اس کے برعکس اس کا دامن یاس و حرماں کے کانٹوں میں مزید اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ معاشی بوجھ سے سبکدوش ہونیکے بجائے وہ مزید اس کے نیچے دبتا چلا جاتا ہے۔ معاشی تحفظ کے حصول اور فقر و فاقہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے یہ دھرتی کتنی ہی بار انسانی خون سے لالہ زار بنی ہے لیکن انسانیت کی شبِ تاریک کی صبح ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔

ان بیشمار پگڈنڈیوں کے درمیان جن پر آج کا انسان اپنے معاشی تحفظ کی تلاش میں سرگرداں ہے، اسلام ایک سواء السبیل کی حیثیت رکھتا ہے جس کی پیروی انسان کو تمام لغزشوں سے بچا کر سیدھا منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ اسلام نے انسان کے فقر و فاقہ اور معاشی زبوں حالی کے حل کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ نہایت متوازن اور معتدل ہے۔ وہ معاشرہ اور فرد دونوں کی ضروریات و احتیاجات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کو ملحوظ رکھتا ہے۔ وہ نہ تو معاشرہ کو اتنے قاہرانہ اختیارات دیتا ہے کہ فرد کی ذات مسخ ہو کر رہ جائے اس کی ذہنی و جسمانی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں، اس کی آزادئ عمل سلب ہو جائے اور اس کی محنت اور سعی و جہد کے ثمرات سے وہ محروم کر دیا جائے اور نہ فرد ہی کو اتنی آزادی دیتا ہے جس سے دوسرے افراد کی آزادی مجروح ہوتی ہو۔ ایک طرف وہ ہر فرد کو اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور انکے ثمرات سے بھرپور متمتع ہونے کی ترغیب دلاتا ہے اسکے ثمراتِ محنت و کاوش کو تقدس بخشتا ہے اور کسی کو ان میں دست درازی نہیں دیتا۔ دوسری طرف وہ فرد کو کسی کی حق تلفی اور کسی سے دجل و فریب کا مرتکب ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک طرف وہ انسان کے قلب و ذہن کی تطہیر کرتا ہے اور اس کے اندر اخوت و محبت، ایثار و ہمدردی اور تعاون کے جذبات پیدا کرتا ہے اور لوگوں سے احسان (حسنِ سلوک) کی ترغیب دلاتا ہے اور دوسری طرف بے کس، معذور اور ناتواں لوگوں کی عملی دستگیری کے لیے اہلِ ثروت لوگوں کی دولت میں ان کا حق متعین کرتا ہے۔ ارتکازِ زر کے استیصال کے لیے ایک طرف سود کو حرام قرار دیتا ہے تو دوسری طرف وراثت اور زکوٰۃ کے ذریعہ دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ اسلام اگر اہلِ سرمایہ کو اپنے ملازموں اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف مزدوروں اور ملازموں کو بھی اپنی ذمہ داریاں امانت و دیانت سے انجام دینے اور اپنے مالک سے خیر خواہی کے جذبات رکھنے کا پابند کرتا ہے چنانچہ اسلام کا نظام معیشت اخوت، محبت اور صحت کا پیغام ہے جو باہمی منافرت اور طبقاتی کشمکش کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا اور جو انسانیت کو حقیقی امن و سکون سے ہمکنار کرتا ہے۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے وہ اسلام کے اسی متوازن اور عادلانہ معاشی نقشہ کے مختلف حسین رنگوں کو نمایاں اور اجاگر کرتی ہے۔ یہ عالمِ اسلام کی مشہور علمی شخصیت علامہ یوسف القرضاوی مرحوم کی عربی کتاب "مشکلۃ الفقر وکیف عالجھا الاسلام" کا اردو قالب ہے۔ علامہ موصوف نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلام کی معاشی تعلیمات پر روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ صرف اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا عدلِ اجتماعی ہی حقیقی معنوں میں انسانیت کو معاشی بوجھ سے نجات دلا سکتی ہے۔ انہوں نے رائج الوقت معاشی نظریات سرمایہ داری اور اشتراکیت کی قاہرانہ اور ظالمانہ روح کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اُن کی سوچ بڑی واضح، روشن اور وسیع، ان کا اسلوب بیان بڑا دلنشین اور مؤثر اور ان کا طرز استدلال بڑا مضبوط اور مسکت ہے۔ معاشی مسئلہ کی اہمیت اور کتاب کی علمی قدر و جلالت کے پیش نظر میں نے اس کو اُردو قالب میں ڈھالا ہے تاکہ اُردو خواں بھی اس سے عام استفادہ کر سکیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت کتاب کا اصل زورِ بیان اور حسنِ استدلال مجروح نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مسلمانوں کے لیے ہدایت، اور میرے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

میں مولانا عبداللہ کوثر کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ترجمہ کے دوران قدم قدم پر میری معاونت اور رہنمائی فرمائی۔ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا بھی بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنے موقر جریدہ ترجمان القرآن میں قسط وار شائع کرتے وقت اس پر نظر ثانی فرمائی۔ ملک غلام علی صاحب نے اس کام میں مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ میری علالت کے دوران اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام جناب محمد طفیل اور عبدالحفیظ احمد صاحب نے کیا۔ میں ان سب کا بے حد ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

عبدالحمید صدیقی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ادارۂ معارف اسلامی

ادارہ معارف اسلامی (رجسٹرڈ) ایک آزاد علمی و تحقیقی ادارہ ہے جو اسلام کی حقیقی اور بے آمیز تعلیمات کو دورِ جدید کی زبان میں پیش کرنے اور اسلام کی رہنمائی میں آج کے معاشرے کے مسائل کا حل تلاش کرنے کیلئے علمی کام میں مصروف ہے اس ادارہ کا قیام ۱۹۶۳ء میں عمل میں آیا ایک با اختیار مجلس منتظمہ اسکے تمام امور کی ذمہ دار ہے ادارہ کا مرکزی نظم کراچی میں ہے اور مختصر شاخ ڈھاکہ میں کام کر رہی تھی لیکن سقوطِ مشرقی پاکستان کے سبب اب اس سے ادارہ کا رابطہ ٹوٹ گیا جن مقاصد کے حصول کے لیے ادارہ کوشاں ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ اسلامی تعلیمات کو پوری تحقیق اور علمی جستجو کے بعد جدید ترین اسلوب اظہار کو اختیار کرتے ہوئے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں پیش کرنا۔

۲۔ علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اس طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی کا سامان کرنا۔

۳۔ عالمِ اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کیلئے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔

۴۔ اسلامی موضوعات پر دورِ حاضر کے مسلم علماء کے نمایاں کارناموں کی وسیع اشاعت اور نفوذ کی خاطر دنیا کی اہم زبانوں میں بالخصوص عربی، اردو، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں انکے ترجمہ اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

۵۔ عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

۶۔ تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے کے لیے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کے ارتقاء کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب اوّل

غربت اور افلاس کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر

فقر و فاقہ اور مفلسی کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ مختلف گروہوں نے اس معاملہ میں کیا موقف اختیار کیئے ہیں۔ سطورِ ذیل میں ہم انہیں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

ترکِ دُنیا کے قائلین : ان میں سے ایک گروہ تارک الدنیا لوگوں کا ہے جن کا خیال یہ ہے کہ فقر و فاقہ کوئی ایسی بُرائی نہیں جس سے پیچھا چھڑانے کی فکر کی جائے اور نہ یہ کوئی ایسا مسئلہ ہے جو حل طلب ہو۔ بلکہ یہ ایک نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو نوازتا ہے تاکہ آخرت کا تصوّر اُن کے دِل پر ہمیشہ نقش رہے اور وہ دُنیا سے بے تعلق ہو کر یادِ الٰہی میں منہمک رہیں اس کے برعکس خوشحالی اور دولت مندی ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ اس گروہ میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دُنیا سراپا فتنہ و فساد ہے اور خیر اسی میں ہے کہ یہ جلد از جلد ختم ہو جائے یا کم از کم اِس دُنیا میں انسان کی مدّتِ قیام بالکل مختصر ہو جائے۔ لہٰذا دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ دُنیا کے مرغوبات سے صرف اتنا ہی فائدہ اٹھایا جائے کہ انسان پر عرصۂ حیات تنگ نہ ہو۔ بُت پرستانہ مذاہب اور بعض بگڑے ہوئے آسمانی مذاہب میں بھی عُسرت و تنگدستی کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے کیونکہ یہ جسمانی ایذا کا ایک ذریعہ ہے اور جسمانی ایذا روحانی ارتقار کا ایک وسیلہ ہے۔ ایسے خیالات مسلمان صوفیوں کے بعض گروہوں میں اُس وقت رائج ہوئے جب اسلامی ثقافت میں اجنبی ثقافتوں کی ملاوٹ ہوئی۔ اس طرح کے مذاہب کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ فقر و فاقہ کو دیکھ کر کہو "اے نیکوکاروں کے شعار! مرحبا!! اور دولت مندی و امارت کو دیکھ کر کہو : یہ ایک گناہ ہے جس کی سزا جلد ہی مل جائے گی۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقر و فاقہ کے متعلق یہ نقطۂ نظر جن لوگوں کا ہے اُن سے یہ توقع رکھنا بالکل عبث ہے کہ وہ فقر و فاقہ کے مسئلے کا کوئی حل پیش کریں گے درآنحالیکہ وہ فقر و فاقہ کو سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھتے۔

جبریہ : دوسرا گروہ جبریہ کا ہے جو کہتا ہے کہ فقیر کی عسرت و تنگ دستی اور دولتمند کی ثروت و خوشحالی میں اللہ کی مشیت کارفرما ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو دولت مند کر دیتا لیکن وہ کسی کو رزقِ فراواں دیتا ہے تو کسی کو بالکل کم، تاکہ وہ اس طرح سے لوگوں کو آزمائے۔ اِس قضائے الٰہی اور حکمِ ربی کو کوئی نہیں ٹال سکتا یہ لوگ عسرت و تنگدستی کا جو علاج پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ فقراء و مساکین کو راضی برضا رہنے مصیبت پر صبر کرنے اور اللہ نے جو کچھ بھی انہیں دیا ہے اُسی پر قناعت کرنے کی تلقین کرنی چاہیئے کیونکہ قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جس کو فنا نہیں اور ایک ایسی دولت ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ قناعت کا مفہوم اُن کے نزدیک ہر حال میں راضی برضا رہنا ہے۔ مگر یہ گروہ مال داروں سے کوئی تعرض نہیں کرتا کہ اُن کو بھی کوئی وعظ و تلقین کرے۔ وہ تو صرف فقراء و مساکین کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی جو تقسیم کی ہے اس پر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس سے بڑھ کر نہ کچھ مانگو اور نہ اپنی حالتِ فقر و مسکنت کو بدلنے کی کوشش کرو۔

انفرادی احسان کے قائلین : تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انفرادی احسان کے قائل ہیں۔ یہ فقر و عسرت کو ایک حل طلب مسئلہ سمجھتے ہیں اور صرف فقراء و مساکین ہی کو صبر و رضا اور قناعت کی تلقین نہیں کرتے بلکہ اہلِ ثروت کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین اجر و ثواب کا وعدہ سُنا کر فقراء و مساکین پر اپنے مالوں سے صدقہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ نیز غرباء و فقراء سے بے مہری کا سلوک کرنے والوں کو بُرے انجام اور عذابِ دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ مگر فقر و عسرت کے مسئلہ کے اس حل میں دولت کی کوئی مقدار معیّن نہیں ہے جو دولت مندوں پر واجب ہو کہ وہ فقراء و مساکین کو ادا کریں، نہ اس میں فقراء کی اعانت سے پہلو تہی کرنے والوں کے لئے کوئی خاص سزا مقرر ہے اور نہ کوئی ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قواعد و ضوابط ہیں جو اس بات کی ضمانت دیں کہ اس قسم کی امداد مستحقین تک پہنچ جاتے۔ بلکہ سارا اعتماد مومنین اور محسنین کی محض رضا پر کیا گیا ہے جو اللہ کی طرف سے ثواب کی امید رکھتے ہوں اور عذاب الہٰی سے ڈرتے ہوں۔ فقر و عسرت کو دور کرنے کے لئے انفرادی احسان کا یہ نظریہ قرونِ وسطیٰ میں رائج تھا۔

سرمایہ داروں کا نقطۂ نظر: چوتھا گروہ سرمایہ داروں کا ہے جو کہتے ہیں کہ فقر و فاقہ زندگی کی برائیوں میں سے ایک برائی اور مسائلِ حیات میں سے ایک اہم مسئلہ تو ضرور ہے مگر اس برائی کے ذمہ دار یا تو خود نادار لوگ ہیں یا پھر تقدیرِ الٰہی۔ سوسائٹی یا حکومت اس کی ذمہ دار نہیں۔ ہر شخص اپنی ذات کا خود کفیل ہے اور ہر ایک اپنے مال کو خرچ کرنے میں بالکل آزاد۔ کسی کو محنت و کوشش کرکے مال دار بن جانے سے کوئی نہیں روکتا۔ حصولِ زر کی اس دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے سوسائٹی اس کی بالکل ذمہ دار نہیں ہے اور دولت مند لوگ اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ اس کی مدد کریں۔ ہاں اگر وہ از راہِ مہربانی و شفقت یا کسی مصلحت کی بنا پر یا آخرت کو مانتے ہوں تو اس کے ثواب کی خاطر غریب کی مدد کریں تو اُن کی مرضی۔ یہ خالص سرمایہ دارانہ نظریہ تھا جسے آزاد معیشت کے فلسفے نے جنم دیا اور یورپ میں اسے قبولِ عام حاصل ہوا۔ مغربی معاشرے میں اس سرمایہ داری نے خود غرضی، انانیت، بے رحمی اور کمزور کے استحصال کو حد سے بڑھا دیا جس کی وجہ سے عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو مجبور ہو کر نہایت قلیل اُجرت پر مزدوری کرنے کے لئے نکل کھڑا ہونا پڑا تاکہ وہ جنگل کے اس معاشرے میں فنا ہو کر نہ رہ جائیں۔ پھر جب مختلف انقلابات اور عالم گیر جنگوں سے حالات کچھ تبدیل ہوئے اور اشتراکی افکار و نظریات نے زور پکڑا تو ظالم و جابر سرمایہ داری اپنے موقف میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے مجبور ہو گئی اور اُس نے ناداروں اور محتاجوں کے حق کو تسلیم کرنا شروع کر دیا جو رفتہ رفتہ حکومت اور مختلف قوانین کی مداخلت سے اَب اُس حد تک پہنچا ہے جسے "اجتماعی انشورنس" اور "اجتماعی تحفظ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اشتراکیت: پانچویں گروہ یعنی مارکسی اشتراکیت کے علمبرداروں کا خیال ہے کہ فقر و محتاجی کا خاتمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اُسی وقت ہوسکتا ہے جب دولتمند طبقے کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے اور اُن کے مال و دولت کو ضبط کر لیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سوسائٹی میں مختلف طبقوں کو دولت مند طبقے کے خلاف بھڑکانا اور اُن کے دلوں میں سرمایہ داروں کے خلاف حسد اور کینے کا بیج بونا اور طبقاتی کشمکش کو ہوا دینا بہت ضروری ہے تاکہ مزدوروں کا طبقہ جسے "پرولتاری" کہا جاتا ہے، غالب آجائے۔ اس نظریہ کے علمبردار دولتمند طبقے کے خاتمہ پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ "ذاتی ملکیت" کے بھی خلاف ہیں اور پیدائشِ دولت کے سب ذرائع مثلاً زمین، کارخانے اور مشینوں وغیرہ کو حکومت کی تحویل میں دے دینے کے حامی ہیں۔ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں میں اگرچہ بعض اختلافات ہیں مگر "ذاتی ملکیت" کو تمام برائیوں کا منبع سمجھنے اور اس کے خلاف کھڑے ہوجانے میں سب ایک ہیں بعض اس کے خلاف نبرد آزما ہونے میں جمہوری طریقے اختیار کرنے کے قائل ہیں اور بعض تشدّد کے ذریعے۔ جارج بارگن اور پیٹر رابیرا اپنی کتاب "یہ ہے اشتراکیت" میں رقم طراز ہیں کہ بعض اشتراکیوں کا خیال ہے کہ اشتراکیت فرد کی آزادی و احترامِ آدمی سے عبارت ہے جبکہ کچھ دوسرے لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اشتراکیت کا معنی یہ ہے کہ قوم کے سارے وسائلِ پیداوار پر قبضہ کرکے مزدور طبقہ کی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے کی کوشش کی جائے میکسیم لوروا اپنی کتاب "فرانسیسی اشتراکیت کے علمبردار" میں کہتا ہے کہ اشتراکیت کی کئی قسمیں ہیں۔ بالوف کی اشتراکیت پرودن کی اشتراکیت سے کافی مختلف ہے۔ سان سیمون اور پرودن کے اشتراکی ڈھانچے بلانکے کی اشتراکیت سے نمایاں طور پر مختلف ہیں اور یہ سارے تصورات لوئس بلان، فیورباف اور بیکر وغیرہ کے افکار سے ہم آہنگ نہیں بغرض اشتراکیوں کے ان فرقوں کے درمیان شدید ترین اختلاف موجود ہیں لیکن وہ قدرِ مشترک جو اِن سب اشتراکی ڈھانچوں میں پائی جاتی ہے اور وہ واحد مقصد جو ان سب کو منظم کرکے ایک دوسرے کے قریب کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ذاتی ملکیت کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔ جو معاشرے میں ہر قسم کے ظلم وجور کو جنم دیتی ہے۔

اشتراکیت اور کمیونزم میں بالکل معمولی فرق ہے۔ دونوں کی بنیاد زندگی کے بارے میں انسانی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا مادّی نقطۂ نظر ہے۔ دونوں مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کو معاشرے سے الگ تھلگ رکھنے کے حامی ہیں۔ دونوں لادینی ریاست کے قیام کے داعی ہیں۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے دونوں تشدّد اور خوں ریزی کو جائز سمجھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ دونوں حالات کو تبدیل کرنے کے لئے پُرامن ذرائع اختیار نہیں کرتے بلکہ تشدّد سے اس مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔

اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام فقر و فاقہ کے بارے میں تارک الدنیا لوگوں کے نقطۂ نظر کی صاف تردید کرتا ہے قرآن کی کوئی ایک آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی کوئی ایک بھی صحیح حدیث اُن کے نقطۂ نظر کی تائید نہیں کرتی۔ دُنیا سے بے رغبتی کی تعریف میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں انہیں فقر و فاقہ کے قابلِ تعریف ہونے کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ زہد و بے رغبتی اُس چیز کی ملکیت کی مقتضی ہے جس سے بے رغبتی ظاہر کی جائے، اور زاہد دراصل وہ ہے جو دُنیاوی مال و جاہ رکھتا ہو مگر اس مال و جاہ کی محبت سے اس کا دل بالکل خالی ہو۔ اسلام دولت مندی کو، بشرطیکہ وہ حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیتا ہے جس پر اللہ کا شکر کرنا واجب ہے اور فقر و فاقہ کو ایک ایسی مصیبت کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ پھر معاشرے سے اس کو دُور کرنے کے لئے وہ مختلف طریقے بتاتا ہے۔

بہتر ہو گا اگر ہم یہاں ذکر کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا کو بھی دولت مند کر کے احسان فرمایا تھا کہ قرآنِ مجید میں وارد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔ (اس اللہ نے آپ کو تنگ دست پایا پھر آپ کو غنی کر دیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے نعم المال الصالح للمرء الصالح۔ (بہترین صالح مال وہ ہے جو کسی صالح آدمی کے پاس ہو)، احادیث نبویؐ میں فقر و فاقہ کو ایک بہت بڑی آفت سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بُرے اثرات سے فرد، سوسائٹی، عقیدہ و ایمان، اخلاق و کردار اور فکر و ثقافت وغیرہ محفوظ نہیں رہ سکتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بلاشبہ فقرو فاقہ اور تنگ دستی انسان کے عقیدہ و ایمان کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔ خاص طور پر وہ تنگ دستی جس کے پہلو بہ پہلو بعض لوگ بے حد مالدار ہوں اور بے چارہ غریب و تنگ دست تو محنت و مزدوری کر رہا ہو اور سرمایہ دار بیکار بیٹھا ہو۔ ایسے حالات میں فقر و فاقہ انسان کو کائنات کی خدائی تنظیم کی حکمت کے بارے میں اور دولت کی خدائی تقسیم کے مبنی بر انصاف ہونے کے بارے میں شک و شبہ میں ڈال دیتا ہے۔

فقر و فاقہ کے پیدا کردہ انحرافِ عقیدہ و ایمان کے پیش نظر ہی بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ "جب فقر و فاقہ کسی علاقے کا رُخ کرتا ہے تو کفر اس سے کہتا ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چل"۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے" قریب ہے کہ غریبی اور فاقہ کشی کفر بن جائے"۔ آپؐ کی یہ دعائیں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ انتہائی تنگ دستی واقعی کفر و ضلالت کی طرف لے جا سکتی ہے:

(۱) اللھم انی اعوذ بک من الکفر و الفقر۔ (ابوداؤد) — اے اللہ! میں کفر اور فقر و فاقہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۲) اللھم انی اعوذ بک من الفقر والقلۃ والذلۃ (ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ) — اے اللہ! میں فقر و فاقہ، قلت اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

فقر و فاقہ اخلاق و کردار کے لئے بھی کچھ کم خطرناک نہیں۔ کسی غریب اور تنگ دست کو اس کی بدحالی اور محرومی بعض دینی اور دنیاوی معاملات میں غیر شریفانہ اور اخلاق سے گرا ہوا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ معدے کی آواز ضمیر کی آواز سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس لئے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ یہ حرماں نصیبی خود اخلاقی اقدار کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غربت و تنگ دستی کے دباؤ کی شدت اور اس کے کردار پر اس کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خذوا العطاء ما دام عطاءً۔ فاذا صار رشوۃ علی الدین فلا تاخذوہ — عطیہ جب تک عطیہ رہے تو لے لو اور جب وہ دین کے خلاف رشوت بن جائے تو ہرگز نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ولستم بتارکیہٗ تمنعکم الحاجۃ والفقر۔ (الطبرانی)

تو۔ مگر تم اسے چھوڑتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ حاجت اور تنگ دستی تمہیں اس کے چھوڑنے سے روکتی ہے۔

ایک قرض دار پر اس کا قرض اخلاقی اعتبار سے کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟ اس ضمن میں آپؐ کا ارشاد ہے "جب کوئی شخص قرض لیتا ہے تو وہ بات کرنے میں جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے[۱]" آپ کا یہ ارشاد اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ فقر و غنا اور اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ رذیلہ میں کیا تعلق ہے کہ ایک شخص نے رات کے وقت صدقہ کیا۔ اتفاق سے وہ صدقہ ایک چور پر ہوگیا۔ لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے پھر اس شخص نے ایک عورت پر صدقہ کیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ عورت زنا کار نکلی۔ لوگ اس بارے میں پھر چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اس شخص نے آج رات ایک زنا کار عورت پر صدقہ کیا ہے صدقہ کرنے والے کو ایک رات خواب میں ایک شخص نے کہا "تم نے چور پر جو صدقہ کیا ہے ہو سکتا ہے وہ اُسے چوری سے روک دے، اور جو صدقہ تم نے ایک زانیہ پر کیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس عورت کو زنا سے روک دے[۲]" اس سے ظاہر ہوا کہ مال آ جانے سے ایک چور چوری سے رُک سکتا ہے اور ایک زانیہ عورت زنا سے باز رہ سکتی ہے۔

انسان کے عقیدہ و ایمان اور اخلاق و کردار کے علاوہ فقر و فاقہ انسان کے فکر و فہم کے لئے بھی خطرناک ہے۔ ایک تنگ دست آدمی جسے اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریاتِ زندگی میسر نہیں کس طرح کوئی گہری بات سوچ سکتا ہے؟ امام محمد بن حسن شیبانی کے متعلق روایت ہے کہ ایک روز اُن کی ملازمہ نے انہیں کسی علمی مجلس میں اطلاع دی کہ "گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے۔" آپ نے اُسے فرمایا: "اللہ تجھے غارت کرے۔ تو نے میرے دماغ سے فقہ کے

---

[۱] البخاری [۲] البخاری، مسلم نسائی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چالیس مسائل ضائع کر دیئے"۔ امام اعظمؒ سے بھی روایت ہے کہ جس کے گھر میں آٹا نہ ہو اس سے مشورہ مت طلب کرو۔ کیونکہ وہ شخص پریشان فکر ہوتا ہے اس کا فیصلہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ نفسیات اس بات کی تصدیق یُوں کرتی ہے کہ کوئی شدید جذبہ انسان کی سلامتیِ فکر اور صحتِ رائے پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی وارد ہے کہ "قاضی جب غم و غصّہ کی حالت میں ہو تو وہ ہرگز کوئی فیصلہ نہ کرے"۔ اس حدیث پر قیاس کر کے فقہاء نے بھوک اور پیاس کی شدّت کو بھی اسی ذیل میں شامل کیا ہے۔

فقر و تنگ دستی عائلی زندگی کے لئے بھی کئی پہلو سے خطرناک ہے۔ عائلی زندگی کی تشکیل میں فقر و فاقہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے جو نکاح اور مہر اور نان نفقہ کی ذمہ داریوں میں بسا اوقات حائل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے تنگ دست اور فاقہ مست نوجوانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صبر اور پاکیزگی کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں حتیٰ کہ وہ معاشی طور پر ٹھیک ہو جائیں:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (النور ۳۳)	اور بچے رہنا چاہیے اُن کو جو نہیں پاتے سامان نکاح کا یہاں تک کہ غنی کردے اللہ اُن کو اپنے فضل سے"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نوجوان لڑکیاں اور اُن کے اولیاء کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرنے سے گریز کرتے ہیں جو بدحال اور کم مال ہو۔ یہ ایک پرانی بیماری ہے جس کا قرآن نے نوٹس لیا ہے اور والدین کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے رشتے تلاش کرنے میں اپنے معیار کو بدلیں اور صرف مال داری کے بجائے خیر و صلاح بنیاد قرار دیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا	اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے میں سے اور نیک غلاموں اور کنیزوں کا۔ اگر وہ ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (النور: ۳۲)

گے محتاج تو غنی کر دے گا ان کو اللہ اپنے فضل سے اور اللہ بڑا وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

بعض اوقات عسرت و تنگ دستی میاں بیوی میں تفریق کا باعث بن جاتی ہے اسی طرح فقر و فاقہ اکثر اوقات کسی کنبے کے افراد کے باہمی تعلقات کو خراب کر دیتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے رشتۂ محبت و مودت کو منقطع کر دے۔ عرب جاہلیت میں بعض والدین تنگ دستی و محتاجی کے ہاتھوں مجبور ہو کر یا آنے والی تنگ دستی کے خوف سے اپنے جگر گوشوں کو مار ڈالتے تھے۔ قرآن مجید نے ایسے والدین کی پُر زور مذمت کی ہے اور بڑے بلیغ انداز میں ان کو تنبیہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام: ۱۵۱)

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے، ہم ہی رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو۔

(۲) وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا (بنی اسرائیل: ۳۱)

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو ڈر کر مفلسی سے، ہم ہی رزق دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی، بے شک اُن کا قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ اولاد کو شرکِ اکبر کے بعد سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے پیدا اسی نے کیا ہے"۔ پوچھا گیا "پھر کون سا؟" آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے انسانی کردار پر معاشی عوامل کے اثر کو تسلیم کیا ہے حتیٰ کہ یہ عوامل بعض اوقات انسان کے فطری جذبات سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کر دیتا ہے وہ معاشی بدحالی کے زیرِ اثر شفقتِ پدری کے جذبے کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر ایسی مثالیں بہت کم ہیں جو ہر جگہ ہر زمانے اور حالات میں ہر شخص کے کردار کا معیار و مقیاس قرار نہیں دی جا سکتیں۔ بلاشبہ انسانی کردار کے اچھے یا بُرے ہونے میں بعض دوسرے عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً نفسیاتی، دینی، اخلاقی اور اجتماعی عوامل۔ مگر یہاں ہمارے پیشِ نظر صرف وہ عامل ہے جو انسان کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ محض جہالت اور بیوقوفی سے اپنی اولاد کو قتل کر دے۔

سب سے بڑھ کر فقر و فاقہ سوسائٹی کے امن و سلامتی کے لئے خطرناک ہے حضرت ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ "میں حیران ہوں کہ جس شخص کے گھر میں کھانے کے لئے خوراک نہیں وہ کس طرح اپنی تلوار سونت کر لوگوں کے خلاف نکل کھڑا نہیں ہو گا؟" آدمی فقر و فاقہ پر اُس وقت تو صبر کر لیتا ہے جب یہ وسائلِ رزق کی کمی اور افراد کی زیادتی سے پیدا ہو گئی ہو۔ مگر جب اس کا سبب وسائلِ رزق کی غلط تقسیم، اور مال داروں کی غریب طبقہ پر ظلم و زیادتی ہو اور سوسائٹی میں اکثریت کے مفاد کو نظر انداز کر کے اقلیت گلچھرے اڑا رہی ہو تو پھر غریب طبقہ میں فقر و فاقہ کے باعث اضطراب و اشتعال پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی اخوت و محبت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

فقر و تنگ دستی کسی قوم کی قیادت و سیادت اور اُس کی آزادی و استقلال کے لئے بھی حد درجہ خطرناک ہے۔ ایک تنگ دست و بدحال شخص کے دل میں اپنے وطن و قوم کے دفاع کا جوش و جذبہ بالکل پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کا وطن اس کی بھوک دُور نہیں کرتا اور اُس کی قوم اُسے بدحالی و غربت سے نکالنے میں دستِ تعاون نہیں بڑھاتی۔ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیسے ہوسکتا ہے کہ دفاعِ قوم و وطن کا فرض تو ایک غریب آدمی پر عائد کیا جائے اور عیش و تنعّم کی زندگی کچھ دوسرے لوگ بسر کریں؟

علاوہ ازیں فقر و فاقہ انسان کی جسمانی صحت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہوکر اس کے مزاج میں تنگ دلی۔ چڑچڑا پن اور غم و غصہ پیدا کر دیتا ہے جو اس کی قوتِ کار کو کم کرکے اُسے معاشی طور پر کمزور کر دیتے ہیں۔

جبریّت کا نقطۂ نظر اور اسلام: فقر و فاقہ کے متعلق جبریّت کے نقطۂ نظر کی طرح اسلام رہبانیت کے نقطۂ نظر کی بھی تردید کرتا ہے۔ جبر[illegible] کے خیال کے مطابق دولت مند چونکہ خدا کی مرضی سے دولت مند ہے اور فقیر بھی اُس کی مشیت سے فقر و عُسرت کی زندگی بسر کررہا ہے لہٰذا ہر شخص کو راضی برضا رہنا چاہیئے اور اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

جبریہ کا یہ نقطۂ نظر اصلاحِ احوال کی ہر کوشش کی راہ میں سنگِ گراں کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس کو اپنا لیا جائے تو معاشرے سے ظلم و جور کا خاتمہ کرکے وہ مطلوبہ اجتماعی انصاف حاصل نہیں ہوسکتا جو انسانی زندگی کے تحفظ و بقا کے لئے ضروری ہے۔ دولتمند طبقہ اس نظریے کو اپنے خُبثِ باطن کے سبب رواج دیتا ہے۔ فقیر و تنگ دست محض جہالت اور دھوکے سے اسے قبول کرتا ہے اور بعض متدیّن لوگ غفلت یا منافقت کے سبب اس نقطۂ نظر کی رَو میں بہ جاتے ہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت یہ نظریہ اُس وقت کے معاشرے میں موجود تھا اور قرآنِ مجید نے اِس کو صریح گمراہی سے تعبیر کیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔	اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ خرچ کرو اُس میں سے جو رزق دیا اللہ نے تم کو۔ تو کہتے ہیں کافر لوگ اُن سے جو ایمان لائے ہیں کیا ہم کھلائیں اُس کو کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(سورۃ یٰسین: ۴۷) اگر اللہ چاہتا تو کھلا سکتا تھا اُس کو تم تو صریح گمراہی میں ہو۔

واقعی اس سے بڑھ کر صریح گمراہی اور کیا ہو گی کہ خود غرض لوگ مشیتِ الٰہی کو اپنی اندھی خواہشات نفسانی کے لئے بہانا بنانا چاہیں۔ ان کی رائے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کسی نادار اور محتاج کو کھلانا چاہے تو اس کے لئے آسمان سے روٹی اور سالن یا گھی اور شہد اتارے۔ اگر وہ عقل و انصاف سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے اور اگر ایک صاحبِ حیثیت آدمی کسی محتاج و بیکس کی ضرورت پوری کرتا ہے تو وہ درحقیقت مشیتِ الٰہی ہی سے ایسا کرتا ہے۔

اسلام اس حقیقت کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہر پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کا اس کائنات میں ایک حل موجود ہے۔ جس ذاتِ بے ہمتا نے بیماری کو پیدا کیا ہے اُسی نے دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔ جس نے مرض کو پیدا کیا ہے اُسی نے علاج بھی پیدا کیا ہے مرض بھی اللہ ہی کی تقدیر سے ہے اور علاج بھی۔ اور ایک سچا مومن تقدیرِ الٰہی کی مدد ہی سے تقدیرِ الٰہی کو ٹالتا ہے۔ جیسے بھوک کو غذا سے اور پیاس کو پانی وغیرہ سے دُور کرتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وبا سے بچنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو لے کر شام سے واپس آئے تو اُن سے کہا گیا "اے امیرالمومنین! کیا تقدیرِ الٰہی سے بھاگتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں، ہم تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں"۔ اس واقعہ سے قبل ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دواؤں اور تعویذوں کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ان میں سے کوئی تقدیرِ الٰہی کو کچھ بھی ٹال سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "یہ بھی تو تقدیرِ الٰہی سے ہیں"۔ پس جب فقر و فاقہ ایک بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔ فقر و فاقہ اگر تقدیرِ الٰہی سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا اور اس سے چھٹکارا پانا بھی تقدیرِ الٰہی سے ہے۔

قناعت کی حقیقت: جہاں تک اُن احادیث کا تعلق ہے جن میں قناعت اور راضی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

برضا رہنے کی ترغیب ہے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تنگ دست و محتاج لوگ ذلّت و ناداری کی زندگی پر راضی ہوجائیں۔ نہ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال دولت، خوشحالی اور آرام دہ زندگی کے حصُول کی کوشش بالکل چھوڑ دیں اور نہ ان کا مطلب یہ ہے کہ دولت مندوں کو اپنے عیش و تنعّم میں پڑا رہنے دیا جائے کہ دولت کا بے جا استعمال کرکے خوب دادِ عیش دیں۔

رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے تقویٰ کے ساتھ ساتھ خوشحالی بھی مانگا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے یوں دُعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ (اے اللہ! اس کو مالِ فراواں دے!) اور اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "ما نفعنی مال کمالِ ابی بکر (مجھے ابوبکرؓ کے مال کی طرح کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا۔) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِن ارشادات کے پیشِ نظر پھر قناعت کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ ہمارے خیال میں قناعت سے مُراد مندرجہ ذیل دو باتیں ہیں:

(۱) انسان طبعاً لالچی اور دُنیا کا حریص ہے۔ وُہ دنیاوی مال و متاع سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ حدیث نبویؐ میں انسان کی اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے: "اگر ابنِ آدمؑ کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو تیسری کی خواہش کرے گا اور اگر تیسری بھی مل جائے تو وہ ایک چوتھی کی خواہش کرے گا۔ ابنِ آدم کا پیٹ تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔" (یعنی زیرِ خاک جانے کے بعد ہی حرص و آز کا یہ سلسلہ ختم ہوسکتا ہے) دین کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کی طلبِ دولت میں اعتدال پیدا کرے اور طلبِ رزق میں حلال ذرائع اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرے۔ دین ہی انسان کی زندگی میں ایک توازن پیدا کرتا ہے اور اس کو سکون و اطمینان سے ہم کنار کرتا ہے۔ وہ اس کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے جو انسانی رُوح اور بدن دونوں کو کمزور کر دیتے ہیں اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: جبریل امین علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہیں مر سکتا جب تک کہ اُس کا دانہ پانی پورا نہ ہو جائے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ سے ڈرو اور طلب رزق میں حلال ذرائع اختیار کرو۔"

اگر انسان کو حرص و آز کے میلانات کا تابع بن کر رہنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ سارے معاشرہ کے لئے ایک مستقل خطرہ بن جاتا ہے لہٰذا ناگزیر ہے کہ اس کے میلانِ طبع کو بلند ترین اقدار، ابدی حقائق اور دائمی رزق کی طرف موڑ دیا جائے یہ کام صرف دین ہی کر سکتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۳۱)

اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیاوی زندگی کی اُس شان و شوکت کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۔ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَ

لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دُنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ.

(آلِ عمران: ۱۴، ۱۵)

باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی. پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اور اللہ بندوں کے حال پر نگاہ رکھتا ہے.

ایمان کا یہ کام ہے کہ وہ دلوں کو مذہب کی ابدی اقدار، باقی رہنے والے دارِ آخرت اور اللہ حیّ وقیوم کی طرف متوجہ کر دے اور مومن کو یہ تعلیم دے کہ تونگری کثرتِ مال ومتاع میں نہیں بلکہ دل کی دولت میں ہے جیسا کہ حدیثِ نبویؐ میں وارد ہے۔ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، اِنَّمَا الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ، یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔

قناعت اور مال ودولت کی تقسیمِ الٰہی پر راضی رہنے سے مُراد یہ ہے کہ لوگوں کا رزق میں ایک دوسرے پر تفوق، صلاحیتوں اور قابلیتوں میں تفوّق وبرتری کے مانند ہے اور یہ بات اس دُنیاوی زندگی کے مزاج وفطرت اور اس میں انسان کے اعمال وفرائض کا تقاضا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ارادہ واختیار کی قوت دے کر اُسے ابتلاء وامتحان میں ڈالا ہے اس کا بھی یہ تقاضا ہے کہ انسانوں میں فرقِ مراتب ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (النحل ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ، اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا۔

(بنی اسرائیل: ۳۰)

تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتَاكُمْ۔ (الانعام : ۱۶۵)

اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے۔ تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

جس طرح انسانوں میں بعض پست قد ہیں اور بعض دراز قد، بعض بدصورت ہیں اور بعض خوب صورت، بعض کند ذہن ہیں اور بعض زیرک اور بعض کمزور ہیں اور بعض طاقتور اسی طرح بعض تنگ دست ہیں اور بعض کشادہ رزق۔ یہ زندگی کے مزاج و فطرت کے مطابق ہے اور یہ سُنت اللہ ہے جسے کمیونسٹ بالکل نہیں بدل سکے باوجود اس کے کہ وُہ انسانوں کے درمیان معاشی و اقتصادی اُونچ نیچ کو ختم کر کے مساوات قائم کر دینے کے بارے میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔

اسلام کی تعلیمِ قناعت کا مقصود : اسلام کا مقصد مسلمان کو حقیقت پسند بنانا ہے کہ وہ زندگی کو وہی سمجھے جو وُہ ہے اور کسی جھُوٹے وہم میں پڑ کر اپنی زندگی کو غم و اندوہ اور مصائب و آلام میں مبتلا نہ کرے۔ نیز اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان دوسرے کے مال و دولت کی طرف کسی ایسے حاسد کی نگاہ سے نہ دیکھے جس کے دل کو حسد کی آگ کھا رہی ہو، جس کا سینہ عداوت و نفرت کے جذبات سے اُبلا پڑ رہا ہو اور جس کے دل میں حرص و آز موجزن ہو کیونکہ دوسرے کے مال و متاع کی طرف یوں دیکھنا شقاوت و بدبختی کو دعوت دینا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انسان پہلے اُن بہت سی نعمتوں پر نگاہ ڈالے جن سے اُسے سرفراز کیا گیا ہے۔ پھر اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے جو ان نعمتوں سے محروم ہے، تاکہ اُسے خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ اطمینانِ قلب بھی نصیب ہو۔

قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے عطا کردہ رزق پر راضی ہو جائے اور جو اُسے میسّر نہیں آسکتا اُس کی خواہش نہ کرے اور نہ اس چیز پر نگاہ رکھے جو دوسروں کو عطا کی گئی ہے میسّر نہ آسکنے والی شے کی خواہش کرنا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی پیر فرتوت جوانی کی خواہش کرے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یا کوئی بدصورت عورت کسی خوب صورت عورت کو حسد کی نگاہ سے دیکھے یا کوئی ٹھنگنا کسی لمبے قد کے آدمی کو حسرت و حسد سے دیکھے یا کوئی بے آب و گیاہ قطعۂ اراضی پر رہنے والا بدّو خوشحالی اور ناز و تنعُّم کی زندگی بسر کرنے کی خواہش رکھے وغیرہ۔ عہدِ نبویؐ میں بعض عورتوں نے یہ خواہش کی تھی کہ اُن کے بھی وہی حقوق ہونے چاہئیں جو مردوں کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی تھی:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

(سورۃ النساء: ۳۲)

اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنّا نہ کرو جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حِصّہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔

عسرت و تنگ دستی کی حالت میں جس سے افراد دوچار ہو جاتے ہیں اور جنگ اور قحط کے پیدا کردہ ہنگامی بحرانوں میں جن سے قومیں دوچار ہوتی ہیں اور اُن ممالک اور ریاستوں میں جہاں لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے قدرتی وسائل کی کمی ہوتی ہے اور لوگ اپنے رزق کو بڑھانے کا کوئی ذریعہ نہیں پاتے، قناعت ہی ایک مؤثر دوا اور شفا بخش مرہم ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ناممکن الحصول چیز کی تمنّا اور بے ثمر حرص و آز اُلٹا انسانی طبیعت کو غم و الم کی آماجگاہ بنا دیتی ہے۔ جیسے لالچی اور حریص لوگوں کو یہ جاننے اور اس پر یقین کرنے کی ضرورت ہے کہ خوشحالی دنیاوی ساز و سامان کی زیادتی میں نہیں بلکہ یہ نفسِ انسانی کے اندر ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "دُنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان کی خدائی تقسیم پر راضی ہو جاؤ تم غنی ترین انسان بن جاؤ گے"۔ ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے "جو مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس گزارے کے لئے روزی ہے اور وہ اس پر راضی ہو گیا (یا قانع ہو گیا) تو وہ یقیناً فلاح پا گیا۔ ما قَلَّ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى (حسبِ ضرورت تھوڑی چیز اُس زیادہ سے بہتر ہے جو بہت ہو مگر آدمی کو غفلت میں مبتلا کر دے)۔

فرمانِ خداوندی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ (النحل: ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اُسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں پاکیزہ زندگی کو قناعت کی زندگی سے تعبیر کیا ہے۔

انفرادی احسان کا نظریہ اور اسلام: اسلام اگرچہ اہلِ ثروت کو صدقہ وخیرات کی دعوت دینے، کمزوروں کی غم گساری پر اُبھارنے اور فقر و فاقہ میں مبتلا افرادِ معاشرہ کی طرف دستِ اعانت بڑھانے کی ترغیب دینے میں بظاہر تیسرے گروہ یعنی انفرادی احسان کے حامیوں کا ہم نوا نظر آتا ہے، مگر وہ اس بات کا ہرگز قائل نہیں ہے کہ محض انفرادی صدقہ واحسان پر انحصار کرکے معاشرے کے تنگ دست اور نادار افراد کو اہلِ ثروت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ خاص طور پر انفرادی احسان ایسے حالات میں تو بالکل ہی ناقابلِ اعتماد ہو جاتا ہے جبکہ دل سخت اور ایمان کمزور ہو گئے ہوں اور ذہن وضمیر پر حرص وآز اور انانیت کا غلبہ ہو، اور مال کی محبت اہلِ مال کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھی بڑھ گئی ہو۔ دورِ جاہلیت کا معاشرہ کچھ اسی قسم کا ہو چکا تھا جسے قرآنِ مجید نے یوں مخاطب فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا

ہرگز نہیں بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی اور ترغیب نہیں دیتے مسکین کو کھانا کھلانے کی، اور میت کا ترکہ سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (الفجر: ۱۸-۲۱)

ڈاکٹر ابراہیم لبان نے محتاجوں اور ناداروں کے حقوق پر بحث کرتے ہوئے انفرادی احسان کا یوں تجزیہ کیا ہے:

"انفرادی احسان کا یہ تصور وہ قدیم ترین ذریعہ ہے جسے سارے آسمانی مذاہب سوسائٹی میں فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں اور انسانیت تنگ دستی و عسرت کا مقابلہ کرنے اور فقراء و مساکین کی امداد کرنے کے لئے جس پر ایک لمبے عرصہ تک انحصار رکھتی رہی ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ انفرادی احسان باوجود اپنی ہزار خوبیوں کے فقر و فاقہ کی مکمل طور پر بیخ کنی نہیں کرسکا اور ناداروں اور محتاجوں کی زندگی کو اس حد تک بلند نہیں کرسکا کہ اُسے ایک باعزت انسانی زندگی کہا جا سکے۔ اندریں حالات یہ ضروری ہے کہ ہم انفرادی احسان کے اس تصور کی حقیقت معلوم کریں اس کے خصائص سے آگاہی حاصل کریں اور اس کے نقائص کی نشاندہی کریں تاکہ ہمارے لئے اُن اسباب کو گننا آسان ہو جائے جو معاشرے کو فقر و فاقہ کی برائیوں سے پاک کرنے میں اس تصور کی ناکامی کا باعث ہوئے ہیں۔

زندگی میں واجب امور کی عام طور پر دو قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ ایک فرض، دوسری حق خرید و فروخت کے معاملہ میں کسی فروخت کردہ یا خرید کردہ شے کی قیمت خریدنے والے پر فرض ہوتی ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے مگر وہی قیمت بیچنے والے کا حق ہوتی ہے جس کا وہ مطالبہ کرسکتا ہے اور مندرجہ ذیل دو عوامل اس کے اس حق کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اس حق کے پیچھے ایک مطالبہ کرنے والا موجود ہوتا ہے جو اس کو طلب کرسکتا ہے اور اُسے ضائع ہونے یا نظر انداز کر دیئے جانے سے محفوظ رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حکومتِ وقت خود اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے کہ حق دار کو اس کا حق پہنچائے۔

ہم پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ باہمی لین دین کے معاملے میں کامیابی کا ضامن ادائیگیٔ فرض کے تصور کے ساتھ حق کو حق دار تک پہنچانے کا تصور بھی ہے معاشی لین دین

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے معاملے میں صرف فرض کی ادائیگی کا تصور کبھی کامیابی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

واجب امور کی مذکورۃ بالا بحث کو سمجھے بغیر انفرادی احسان کے تصور کو سمجھنا مشکل ہے۔ انفرادی احسان کو اکثر لوگ دینے والے کا فرض تو سمجھتے ہیں مگر لینے والے کا حق نہیں سمجھتے۔ اسی لئے جس زمانے میں انفرادی احسان کا تصور رائج تھا، محتاج و تنگ دست اس شعور سے بالکل عاری تھا کہ مال دار پر اس کا کوئی حق ہے جس کا وہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مالدار لوگ اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے تھے، بغیر اس کے کہ فقراء و مساکین اپنے حق کا مطالبہ کریں یا حکومتِ وقت ان کے اس حق کو حاصل کر کے ان تک پہنچاتے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا بحث میں اس بات کا اضافہ کر دیا جائے کہ انفرادی احسان میں وہ ضروری شرائط موجود نہیں ہیں جو حکومتِ وقت کی اس معاملے میں دخل اندازی کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ حکومت واضح شرائط کے تحت ایک مقررہ رقم بطور ٹیکس وصول کر سکتی ہے مگر وہ انفرادی احسان وصول نہیں کر سکتی، اس لئے کہ اس میں کوئی مقررہ مقدار نہیں ہوتی اور نہ اس بات کی کوئی وضاحت ہوتی ہے کہ کس پر انفرادی احسان واجب ہے اور کب واجب ہے؟ یوں انفرادی احسان کی حیثیت محض ایک ایسے فرض کی رہ گئی جو اتنی قوت نہیں رکھتا تھا کہ غریبوں اور محتاجوں کا حق کہلا سکے۔ کیونکہ نہ اس کی کوئی مقدار تھی اور نہ حکومتِ وقت اسے جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کرنے کا اختیار رکھتی تھی۔ دولت مند طبقہ بجائے خود اگر اپنی ذمہ داری سمجھ کر غرباء و مساکین کی مدد کر دے تو معاملہ ٹھیک ہو جائے ورنہ نہیں۔ مگر انسان طبعی طور پر مال سے محبت رکھتا ہے اور اس کو خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ نتیجہ ہوا کہ لوگ آہستہ آہستہ انفرادی احسان کو بالکل چھوڑ گئے اور غرباء و مساکین بدحالی اور محتاجی کی اس حالت کو پہنچ گئے کہ سارے اجتماعی نظام میں ان کی مدد یا کفالت کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ اندریں حالات مجرد انفرادی احسان کو فقر و فاقہ کے مسئلے کا کوئی مکمل حل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب دوم

سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام

اسلام سرمایہ دارانہ طرزِ فکر کا مخالف ہے: اسلام جس طرح فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے صرف انفرادی احسان پر انحصار کرنے کی تائید نہیں کرتا اسی طرح سرمایہ دارانہ نقطۂ نظر کی بھی حمایت نہیں کرتا۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ کوئی دولتمند آدمی اپنے مال و دولت کا حقیقی مالک اور اپنے مال کے تصرّف میں مختارِ کل ہے، چاہے تو خدا کی راہ میں دے اور چاہے تو بخل سے کام لے، یا اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے بے جا طور پر خرچ کرتا رہے۔ یہ مطلقاً سرمایہ دارانہ نقطۂ نظر بلکہ موزوں ترین الفاظ میں اُس قارُون کا نقطۂ نظر ہے جو اپنی مال داری کو اپنا کمال کہتا تھا اور خُدا تعالیٰ کی نعمت کا منکر تھا اور اپنے اہلِ قوم کا حق مار لیتا تھا۔ اسی پاداش میں اللہ ربّ العزت نے اُسے اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ سورۂ قصص میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ (سورۃ القصص: ۸۱)	آخر کار ہم نے اُسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر کوئی اس کے حامیوں کا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کو آتا اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کر سکا۔

اسلام کا نقطۂ نظر دولت کے بارے میں یہ ہے کہ مال کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دولت مند شخص مال کے قبضہ و تصرّف میں اس کا امین ہے جسے تصرّفِ مال کے بارے میں ہر وقت مال کے حقیقی مالک کی مرضی و منشاء کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ۔ (الحدید: ۷)	اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں اُس نے تم کو اگلوں کا جانشین بنایا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىكُمْ۔ (النور : ۳۳)

اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ : ۲۵۴)

جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

زکوٰۃ کا اسلامی قانون : اللہ تعالیٰ چونکہ مال کا حقیقی مالک ہے لہٰذا وہ دولت مندوں پر واجب قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے مال و دولت میں غرباء و مساکین کا ایک مقررہ حق رکھیں۔ اس معاملہ میں اسلام صرف وعظ و تلقین اور ترغیب و ترہیب ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ اسلامی حکومت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ دولت مندوں سے اللہ کا مقرر کردہ حق لے کر غرباء و مساکین کو دے اور جو اس قانونِ الٰہی سے سرتابی کرے اُس سے جنگ کی جائے تاآنکہ وہ چار و ناچار حق کے آگے جھک جائے یوں اسلام وعظ و تلقین کے ساتھ حکومت اور قانون کا دباؤ بھی استعمال کرتا ہے، جبکہ انفرادی احسان کے قائلین صرف وعظ و تلقین ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس قانون کی امتیازی خوبیاں : فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسلام کی یہی وہ خوبی ہے جو اُسے دوسرے نئے ازموں کے نقطہ ہائے نظر سے ممتاز کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کے نقطۂ نظر کی مندرجہ ذیل خوبیاں بھی کسی دوسرے نقطۂ نظر میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۔ **سبقتِ زمانی :** اسلام نے چودہ سو سال سے فقراء و مساکین کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اور اُن کے حصول کے لئے برسرِ پیکار ہے۔ کہاوت ہے کہ قابلِ تعریف وہی ہوتا ہے جس نے کسی نیک کام کا آغاز کیا ہو۔

۲۔ **ثبات و دوام :** انسان کے بنائے ہوئے نظاموں میں کئی قانون ہنگامی حالات کے تحت داخل کر لئے جاتے ہیں اور حالات بدل جانے پر انہیں خارج بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہمیشہ رہنے والا قانون ہے۔ حرفِ آخر ہے۔ اٹل اور ناقابلِ تغیّر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۳۔ جامعیت : یہ خوبی صرف اُسی نظام میں پائی جا سکتی ہے جسے اس ذات نے بنایا ہو جو انسان اور کائنات سے پُوری طرح واقف ہو اور اُن کی تخلیق کی حکمت سے بھی آگاہ ہو۔ اور یہ اسی نظام میں پائی جا سکتی ہے جو انسانی کمزوریوں اور خواہشات سے مبرا ہو کیونکہ انسانی خواہشات مختلف اُمور میں انسان کے فیصلوں پر اثر انداز ہو جاتی ہیں۔

۴۔ اصالت : اسلام نے فقراء و مساکین کے جو حقوق مقرر کیے ہیں اور اُن کے لیے جو قوانین بنائے ہیں وہ کسی خاص قسم کے حالات، انقلابات اور لڑائیوں کے دباؤ کے تحت نہیں بنائے گئے بلکہ وہ اسلام کے اساسی اور بنیادی قوانین ہیں۔

انشورنس کا جو طریقہ دورِ حاضر میں رائج ہے وہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ پالیسی ہولڈروں کو اُن کی ادا کردہ قسطوں کی نسبت سے معاوضہ دیا جائے نہ کہ ان کی حقیقی ضروریاتِ زندگی کا لحاظ رکھتے ہوتے۔ یعنی جو زیادہ رقم ادا کرے گا اسے زیادہ حصّہ ملے گا اور جو کم ادا کرے گا اس کا حصّہ بھی اُسی نسبت سے کم ہو گا خواہ اس کی ضروریات کتنی ہی زیادہ کیوں ہوں۔ اس کے برعکس اسلام جس اجتماعی انشورنس کا قائل ہے وہ یہ ہے کہ کسی ضرورت مند کو اتنا حصّہ دیا جائے جس سے اس کی ضروریات پوری ہو جائیں اور اُس کی تکلیف و تنگی دُور ہو جائے۔

اسی طرح مغربی ممالک میں سوشل سکیورٹی کی مروجہ اسکیم بھی فقر و فاقہ کے مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔

۱۔ اس میں وہ جامعیت نہیں کہ معاشرے کے سارے محتاج و تنگ دست افراد کو تحفّظ کی ضمانت دے سکے۔

۲۔ یہ محتاج و تنگ دست افراد کی پوری طرح کفالت کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا ایک نظامِ زکوٰۃ ہے جو معاشرے کے سارے غرباء و مساکین کی کفالت باحسن وجوہ کر سکتا ہے۔

اسلامی اور اشتراکی نقطۂ نظر کا اختلاف : اسلام جس طرح فقر و فاقہ کے بارے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں رہبانیت، جبریہ، انفرادی احسان کے قائلین اور سرمایہ داروں کے نقطۂ نظر کی تردید کرتا ہے اسی طرح مارکسی اشتراکیت کی بھی پُرزور تردید کرتا ہے۔ اشتراکیت پسند گروہ کے نزدیک فقر و فاقہ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ دولتمند طبقے کو بالکل ختم کر دیا جائے اور اُن کے مال و متاع کو ضبط کر لیا جائے اور قانونِ ملکیت کو بالکل کالعدم قرار دیا جائے۔ غریب طبقے کو دولتمند طبقے کے خلاف بھڑکا کر طبقاتی کشمکش کو جنم دیا جائے حتیٰ کہ مزدوروں اور محنت کاروں کے طبقے غالب آجائیں اور ایک پرولتاری ڈکٹیٹر شپ قائم ہو جائے۔

۱۔ اسلام ان سب باتوں کی پرزور تردید کرتا ہے کیونکہ یہ اسلام کے اصولوں سے قطعی طور پر ٹکراتی ہیں۔ دولتمند طبقے کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظریہ ہے کہ اگر کچھ دولتمند ایسے ہیں جنہیں اُن کی دولتمندی نے سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کر دیا ہے اور وہ دوسروں کو اپنے ظلم و جور کا نشانہ بناتے ہیں اور کمزوروں اور محتاجوں کے حقوق غصب کر جاتے ہیں تو دولتمند طبقے ہی میں اللہ کے ایسے نیک بندے بھی ہیں جو دولتمندی کی نعمت سے متمتع ہو کر خدا تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں اور اپنے مال میں سے اللہ اور بندوں کا حق بھی ادا کرتے ہیں اسلامی نقطۂ نظر سے کسی طبقے کے افراد کے جرم کی سزا اس طبقے کے سارے افراد کو نہیں دی جا سکتی کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال کے بارے میں خود جواب دہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ	ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے
(الطور: ۲۱)	
وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ	ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔
(الانعام: ۱۶۴)	

بلکہ قرآن مجید نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اس اصول کو پہلے ادیان میں بھی تسلیم کیا گیا ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ	کیا اُسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مُوسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى.

(النجم: ۳۶-۳۹)

اور ابراہیم علیہ السّلام کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی ہے۔

اسلام ذاتی ملکیّت کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ اس میں انسان کے ایک فطری جذبہ کی تسکین کا سامان ہے اور اس میں معاشرتی پیش رفت اور اقتصادی ترقی کا لحاظ رکھا گیا ہے نیز یہ تمدنی اور سیاسی آزادی کے بقا کی مادّی ضمانت ہے۔ اس نے ذاتی ملکیّت کو کچھ حدود و قیود کا ضرور پابند بنایا ہے مگر وہ عام طور پر ذاتی ملکیّت کے اُصول کو استحسان کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مختلف قوانین و احکام کے ذریعے اُس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

ذاتی ملکیّت کے اصول میں کوئی خرابی نہیں بلکہ خرابی تو اُن لوگوں کے اپنے اندر ہے جو اپنی ذاتی ملکیّت کو بڑھانے کے لئے دوسرے لوگوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ظلم و جور سے باز آجائیں تو یہی دولت اُن کے ہاتھوں میں خیر و اصلاح کا ایک ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (وہ حلال طریقے سے کمایا ہوا مال کتنا اچھا ہے جو کسی نیک آدمی کے پاس ہو)۔ لہٰذا اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کے قلب و ضمیر کی اصلاح کی جائے۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے صرف وعظ و تلقین ہی نہیں کرتا بلکہ انسان کو قانون کا پابند بنا کر اُس پر حکومت کی نگرانی بھی ضروری قرار دیتا ہے۔

اسلام افراد اور معاشرے کے باہمی تعلقات کو اخوّت و تعاون کی بنیاد پر استوار کرتا ہے اور سوسائٹی کے مختلف افراد کی باہمی دشمنیوں اور مختلف طبقات کی باہمی کشمکش کو برقرار نہیں رکھتا، بلکہ کینہ، حسد اور بُغض کو ایسی آفات قرار دیتا ہے جو نیک اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہیں جس طرح آگ ایندھن کو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حسد و بُغض کو اس کے خطرناک اور تباہ کن اثرات کے پیشِ نظر دَاءُ الْاُمَمِ (اُمتوں کا مرض)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرار دیا ہے۔

اسلام ہر اُس ازم کی شدت سے تردید کرتا ہے جو اُمراء و فقراء کی باہمی کش مکش کو مواد دیتا ہے۔ اسلام میں اخوتِ ایمان و اسلام کے شجرِ پُر بہار کا شیریں ثمر ہے۔ قرآن مجید کے ارشاد اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) اور فرمانِ نبویؐ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا (اے بندگانِ خدا آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ) کے مطابق سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوفؓ اور عثمان بن عفانؓ وغیرہ دولتمند صحابہ ابوہریرہؓ، ابو ذرؓ اور بلالؓ وغیرہ غریب صحابہ ایک دوسرے کے رفیق تھے۔ کوئی غریب کسی امیر سے کینہ نہیں رکھتا تھا۔ اور کوئی امیر کسی غریب پر اپنی برتری نہیں جتاتا تھا۔ وہ آغوشِ اسلام میں آکر آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے۔

اسلام کسی مسئلے کا کوئی ایسا حل قبول نہیں کرتا جو اور بہت سے خطرناک مسائل کو پیدا کر دے۔ کمیونسٹ اور سوشلسٹ فقر و فاقہ کے مسئلے اور اقتصادی خرابیوں کا یہ حل پیش کرتے ہیں کہ ساری قوم کی آزادی سلب کر کے اسے ایک ایسی جابر و ظالم ڈکٹیٹر شپ کے چنگل میں دے دیا جائے جو اُن کے رزق اور دیگر ضروریاتِ زندگی پر پوری طرح قابض ہو اور کسی کے لئے اس بات کا موقع نہ چھوڑے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کر کے دولت کمائے اور اپنے حسبِ منشا اُس میں تصرف کر سکے۔ بالفاظِ دیگر اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے باشندگانِ ملک کو ایک ہی رشتۂ غلامی میں منسلک کر دیا جائے۔ سب کے سب ایک ہی آقا کے تابعِ فرمان بن کے رہ جائیں اور اس آقائی پہ وہ گروہ فائز ہو جو پولیس، جاسوسی نظام اور جیلوں وغیرہ کی مدد سے اقتدار پر قابض ہو گیا ہو اور لوگ اس کے جبر و تشدد کے آگے بالکل بے بس ہوں۔ بلکہ اُس کے ہر اچھے اور بُرے عمل پہ داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے پر مجبور ہوں اور لفظ "نہیں" کہنا تو در کنار وہ حاکم گروہ کے کسی ناجائز حکم پر "کیوں" کہنے سے بھی بالکل عاجز ہوں۔ وہ اس کی بات کاٹ بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ اُس کے قبضے میں اُن کا اور اُن کی اولاد کا رزق ہو اور اُن کے اپنے قبضے میں کچھ بھی نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باوجود اس کے کہ کمیونسٹ اور سوشلسٹ قوم کی آزادی سلب کرکے اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتے ہیں اور لوگوں کی املاک اور پیداوار کے وسائل پر قبضہ کرلیتے ہیں. وہ فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل نہیں کرسکتے۔ اقوامِ متحدہ کے دفترِ شماریات نے چند سال ہوئے مختلف ممالک میں ایک فرد کی سالانہ اوسط آمدنی کا نقشہ یوں پیش کیا تھا جسے ہم ایک عربی پروفیسر ماہر نسیم کی کتاب "النظام الشیوعی" سے نقل کر رہے ہیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ	۱۴۵۳ ڈالر	ہالینڈ	۵۰۲ ڈالر
سوئٹزرلینڈ	۸۴۹ "	فرانس	۴۸۲ "
سویڈن	۷۸۰ "	چیکوسلواکیا	۳۷۱ "
برطانیہ	۷۷۳ "	روس	۳۰۸ "
ڈنمارک	۶۸۹ "	پولینڈ	۳۰۰ "
آسٹریلیا	۶۷۹ "	ہنگری	۲۶۹ "
بیلجیم	۵۸۲ "	چین	۲۷ "

اشتراکی ممالک میں سالانہ اوسط آمدنی کے معیار کی یہ پستی جو مذکورہ بالا نقشہ سے ظاہر ہے اس کا باعث وسائلِ پیداوار کے غلط استعمال کو قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اس کا سبب وہ نظام ہے جو ذاتی ملکیت پر قدغن لگاتا ہے۔ انفرادی صلاحیتوں کو کچل ڈالتا ہے اور فرد کی آرزوؤں اور جذبات کو دبا دیتا ہے جس کے تحت فرد کی کوئی قدر و قیمت نہیں، نہ اسے کمانے اور خرچ کرنے کی کوئی آزادی ہے۔ ایک بالکل آزادانہ نظامِ زندگی کے مقابلے میں اس پابند اور مختلف قیود و حدود سے مقیّد و محدود نظامِ زندگی کے دوسرے مروجہ نظامہائے زندگی سے پیچھے رہ جانے کا اعتراف خود کمیونسٹ لیڈر بھی کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ اس نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ دن بدن اشتراکیت سے دُور اور اُن نظاموں سے قریب تر ہو رہے ہیں جنہیں وُہ ناپسند کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آخری بات یہ ہے کہ مارکسیت اپنی توجہ کا مرکز معاشرے کے اُن غریب، نادار اور عاجز لوگوں کو نہیں بناتی جو درحقیقت نگہداشت اور مدد کے محتاج ہیں وہ تو اپنی ساری توجہ پرولتاری طبقہ یعنی مزدور کسانوں پر مرکوز کر دیتی ہے تاکہ سوسائٹی کے نظام کو بدلنے اور دوسرے تمام طبقوں کو ختم کرنے کے لئے انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکے۔ مگر مارکسی سوسائٹی جس میں ہر فرد کو اُس کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جاتا ہے، اس میں ناداروں، بیواؤں، بوڑھوں اور بیماروں کو کون پوچھے گا؟ کیونکہ مارکسیّت کا سارا فلسفہ اس اصول کے گرد گھومتا ہے کہ "جو کام نہیں کرتا وہ کھاتے بھی نہیں"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب سوم

افلاس کو دُور کرنے کے لئے اِسلامی تدابیر

اسلام نے فقر و فاقہ کے خلاف باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا ہے اور اس کو ختم کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے مبادا کہ وہ انسان کے عقیدہ، اخلاق و کردار، عائلی زندگی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہو کر کوئی خطرناک صورتِ حال پیدا کر دے۔ اسی لئے اسلام نے یہ بات لازمی قرار دی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو کم از کم مندرجۂ ذیل ضروریاتِ زندگی میسّر ہونی چاہئیں: خورد و نوش، رہائش، گرمیوں اور سردیوں کا لباس، اگر وہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس فن کی وہ کتابیں وغیرہ جن کی اس کو ضرورت ہو، اگر وہ کوئی دستی کام کرتا ہے تو اس کام کے ہتھیار و اوزار، اور اگر وہ شادی کا خواہشمند ہو تو اس کی شادی کا انتظام۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو اُس کے مناسبِ حال وہ معیارِ زندگی میسّر آسکے جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اس کے لئے ممد و معاون ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں معیشت کا یہ معیار ہر انسان کو کیسے حاصل ہو؟ اور اسلام نے اس سلسلے میں کونسے ذرائع و وسائل اختیار کئے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے انسان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مندرجۂ ذیل وسائل اختیار کئے ہیں۔

۱۔ عمل (کام کرنا): اسلامی سوسائٹی میں ہر فرد سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی کام کرے۔ اور اُسے یہ حکم ہے کہ وہ روئے زمین پر چلے پھرے اور اللہ کا دیا ہوا رزق کھائے جیساکہ ارشادِ الٰہی ہے۔

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ — وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۔ (الملک: ۱۵)

بنا دیا۔ پس چلو تم اس کے اطراف میں اور کھاؤ خدا کے رزق میں سے۔

کام، فقر و فاقہ سے نمٹنے کے لئے پہلا ہتھیار ہے، حصول مال کے لئے پہلا ذریعہ ہے اور اُس زمین کو آباد کرنے کے لئے بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت کا شرف بخشا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ زمین کو آباد کرے۔ ارشادِ خداوندی ہے صالح علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا ۔ (ہود: ۶۱)

اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے زمین سے تم کو پیدا کیا اور یہاں تم کو بسایا ہے۔

اسلام نے ہر مسلمان کے لئے ہر کام کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ ہر شخص جس کام کی صلاحیت رکھتا ہو وہ اُسے اختیار کر سکتا ہے۔ کوئی مقررہ کام کرنا اُس پر فرض نہیں الّا یہ کہ سوسائٹی کی بہتری کے لئے اس کے سپرد کوئی خاص کام کر دیا جائے۔ البتہ اسلام اُن پیشوں کے اختیار کرنے سے روکتا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لئے ضرر رساں ہوں۔

اسلامی نظام کے زیرِ سایہ رہ کر کوئی محنت کرنے والا اپنی محنت کے معاوضے اور کوشش کے ثمرے سے محروم نہیں رکھا جاتا بلکہ مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی بلا کم و کاست ادا کر دی جاتی ہے کیونکہ اگر اُسے وہ مزدوری نہیں دی جائے گی جس کا کہ وہ مستحق ہے تو یہ اس پر ظلم ہو گا اور ظلم کو اسلام میں بالکل حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی نظام میں اس بات پر بھی کوئی قدغن نہیں کہ کسی محنت کار کے پاس حلال طریقے سے کمائی ہوئی اتنی دولت جمع ہو جائے جس سے وہ کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد خرید سکے اور اپنے معیارِ زندگی کو بلند کر سکے یا اس سے بیماری اور بڑھاپے کے ایام میں فائدہ اُٹھا سکے یا اُس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اولاد اور ورثاء اس کے مرنے کے بعد اُس سے متمتع ہو سکیں۔

اسلام نے اُن تمام نفسیاتی اسباب اور عملی رکاوٹوں پر بحث کی ہے جو لوگوں کو جہد و عمل سے روکتی ہیں:

(۱) **توکل علی اللہ کا دعویٰ:** بعض لوگ توکل علی اللہ کا دعویٰ کر کے جہد و عمل سے بالکل فارغ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے آسمان سے رزق اُتارے گا اور وہ کھائیں گے۔ ایسے متوکلین نے اسلام کو سمجھنے میں لغزش کھائی ہے کیونکہ توکل علی اللہ جہد و عمل کے منافی نہیں بلکہ مسلمان کا وتیرہ تو اس سلسلے میں یہ ہونا چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو سے فرمایا تھا جس نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا "اونٹنی کو باندھ اور پھر خدا پر توکل کر۔"

توکل علی اللہ کے مدعیان اپنے موقف کی حمایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا (اگر تم اللہ پر کما حقہٗ توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح کہ ان پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے جو صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پُر شکم ہو کر واپس لوٹتے ہیں)۔ مگر انہوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ حدیث میں لفظ تَغْدُوْا وارد ہوا ہے جس کا مادہ "غدوٌ" ہے، یعنی صبح کے وقت رزق کی تلاش میں نکلنا۔ حدیث میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ پرندے گھونسلے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر خدا اُن کو وہاں رزق پہنچاتا ہے، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح پرندے خدائی زمین سے رزق حاصل کرنے نکلتے ہیں اور پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں اسی طرح تم بھی نکلو، تمہارے لئے بھی خدا نے اپنی زمین پر رزق کا سامان پھیلا رکھا ہے۔

ایک دفعہ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا: اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھ رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رزق عطا فرمائے گا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا "یہ شخص جاہلِ مطلق ہے کیا اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ " جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ (میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے)، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسے معلوم نہیں کہ پرندے صبح کے وقت تلاشِ رزق میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پُر شکم ہو کر لوٹتے ہیں۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بحر و بر میں تجارت کیا کرتے تھے اور اپنے نخلستانوں میں کام کیا کرتے ہیں اُن کا عمل ہمارے لئے نمونہ ہے۔

انسان اور کائنات کی تخلیق میں سنت اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ روئے زمین پر انسان اور دیگر مخلوقات اپنی خوراک اور دیگر سامانِ زیست کوشش اور محنت سے حاصل کریں۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (زمین کے اطراف میں پھرو اور اللہ کا عطا کردہ رزق کھاؤ)۔ ایک اور جگہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (الجمعہ : ۱۰)	پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ توکل علی اللہ کا دعویٰ کر کے نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپؓ نے انہیں اپنے دُرّے سے مارا اور کہا کہ "کوئی شخص رزق کی کوشش ترک کر کے خدا سے یہ دُعا نہ کرے کہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ (اے اللہ مجھے روزی دے)، درآنحالیکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (جب نماز ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو کر فضلِ الٰہی (رزق و روزی) تلاش کرو۔

(ب) ترکِ دُنیا : بعض لوگ اس وجہ سے کوئی کام نہیں کرتے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے دُنیا سے بالکل کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جو قرآن مجید میں ارشاد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باری تعالیٰ ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں) تو اس میں اس بات کی ترغیب ہے کہ عبادتِ الٰہی کیلئے دُنیا سے کامل طور پر کنارہ کش ہو جاؤ۔ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز نہیں کہ عبادتِ الٰہی کو چھوڑ کر کوئی اور کام کیا جائے۔

یہ لوگ ترکِ دُنیا کے باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ دُنیا کا کوئی کام اگر صحیح نیت سے اور احکامِ اسلام کو مدِّنظر رکھتے ہوئے انجام دیا جائے تو وہ کام بجائے خود ایک عبادت بن جاتا ہے۔ انسان کا اس خیال سے تلاشِ معاش کے لئے نکلنا کہ وہ مال و دولت حاصل کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالے گا، اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں سے بھلائی کرے گا، یا نیک کاموں میں اور راہِ خُدا میں اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے خرچ کرے گا۔ راہِ خُدا میں ایک قسم کا جہاد سمجھا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تلاشِ معاش کے لئے زمین میں چلنے پھرنے اور جہاد فی سبیل اللہ کو مندرجۂ ذیل آیت میں جمع کر دیا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (المزمل: ۲۰)	کچھ اور لوگ ہیں جو اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ کے بعد میرے نزدیک موت کے لئے سب سے اچھا وقت وہ ہے جب میں اللہ کا فضل (رزق و روزی) تلاش کر رہا ہوں۔" یہ فرما کر آپؓ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی ترغیب دلانے کے لئے فرمایا! "ایک راست گفتار اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔" (بخاری)

زراعت اور کاشت کاری کی ترغیب آپ نے یُوں دلائی "کوئی مسلمان جب کوئی چیز کاشت

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرتا ہے یا کوئی پودا لگاتا ہے پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایہ کچھ کھاتا ہے تو وہ اُس مسلمان کی طرف سے صدقہ ہو جاتا ہے" (بخاری)۔ صنعت وحرفت کی ترغیب میں آپؐ نے فرمایا ہے "کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا" اور فرمایا "جس شخص نے اس حال میں رات گزاری کہ وہ حلال روزی کی تلاش میں تھک گیا تو اس نے مغفرت وبخشش سے مالا مال ہو کر رات گزاری"۔

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے: "تاجرِ راست گفتار یا ہمہ وقتی عبادت گزار"؟ آپ نے فرمایا "تاجرِ راست گفتار! کیونکہ شیطان اُس کے پاس ناپ تول کے وقت اور لینے دینے کے وقت آ کر بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اس سے جہاد کرتا ہے"۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہی اچھا ہو کہ "درزی اپنی سوئی کو اور بڑھئی اپنی آری کو تسبیح بنا لے"!

(ج) کام کرنے کو عار سمجھنا: بعض لوگ کوئی خاص کام اس لئے نہیں کرتے کہ وہ اُس کے کرنے میں اپنی سُبکی اور رسوائی محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً بہت سے عرب کسی پیشے یا دست کاری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک عربی شاعر اپنے کسی قرض خواہ کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اُس کے تو آبا ؤ اجداد میں سے ایک شخص لوہار تھا۔ جیسے لوہار ہونا کوئی شرمناک یا رسوا کُن بات ہو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کر لینے کو کسی ایسے محنت کے کام پر ترجیح دیتے ہیں جسے وُہ حقیر اور قابلِ نفرت سمجھتے ہیں۔ اسلام نے ان غلط خیالات کی پُرزور تردید کی ہے، کام اور دست کاریوں کی قدر وقیمت بڑھائی ہے۔ بیکار رہنے اور دوسروں کے سہارے پر جینے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسلام کی نظر میں حلال طریقے سے روزی کمانا ایک نہایت ہی شریفانہ فعل ہے، خواہ دوسرے لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بخاری شریف میں زبیر بن عوامؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ایک رسی لے اور جنگل سے لکڑیوں کا ایک گٹھا لاکر اُسے بازار میں بیچے اور اللہ اُس کو بے آبرو ہونے سے بچالے تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے دستِ سوال دراز کرے، نہ چاہیں تو اُس کو دیں چاہیں تو نہ دیں"۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کام خواہ کتنا ہی مشقت طلب ہو اور اُس سے فائدہ خواہ کتنا ہی کم ہو، بیکار رہنے اور دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

بخاری شریف ہی کی ایک حدیث میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں مبعوث فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں"۔ صحابہؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے بھی؟" آپؐ نے فرمایا "ہاں میں بھی چند قیراط کے عوض اہلِ مکّہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا"۔ مستدرک حاکم میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ داؤد علیہ السّلام زرہ ساز تھے۔ آدم علیہ السّلام کاشت کار تھے، نوح علیہ السّلام بڑھئی تھے، ادریس علیہ السّلام درزی اور موسیٰ علیہ السّلام گڈریے تھے۔ تاریخِ اسلام کے بڑے بڑے آئمہ اور علماء جن کی شہرت چار دانگِ عالم پھیلی ہوئی تھی اور جن کو اُن کی علمی و ادبی تالیفات نے زندۂ جاوید بنا دیا ہے اُن میں سے بیشتر اپنے آباؤ اجداد کی نسبت سے مشہور نہیں تھے بلکہ اُن پیشوں کی نسبت سے مشہور تھے جو اُن کے یا اُن کے آباؤ اجداد کے ذریعہ ہائے معاش تھے۔ اور اسلامی معاشرے میں اسے بالکل معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا مثلاً اکثر علماء و آئمہ کے نام کتابوں میں بزّاز، قفّال، جصّاص، خیّاط، صبّان اور قطّان وغیرہ ملتے ہیں۔ یہ سب پیشوں کے نام ہیں۔

(د) **سفر سے گریز:** بعض لوگ اس وجہ سے کوئی کام نہیں کرتے کہ انہیں اپنے شہر یا ملک اور اپنی جنم بھومی میں، جہاں اُن کے دوست احباب رہتے ہوں، کام نہیں ملتا اور وہ اپنے وطن یا شہر کو چھوڑ کر باہر جانا نہیں چاہتے۔ وہ اپنے وطن میں بیکار رہنے کو دوسرے علاقوں میں فراہمیِ رزق و مال پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اسلام نے ہجرت کی ترغیب دی ہے اور اِس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بات کی حوصلا افزائی کی ہے کہ وہ تلاشِ معاش میں نکل کھڑے ہوں۔ نیز اُن پر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اللہ کی زمین بڑی وسیع وکشادہ ہے اور انسان کا رزق کسی ایک جگہ میں محدود و محصور نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص تلاشِ معاش میں اپنے اہل وعیال اور وطن سے دُور چلا گیا ہو اور اِس حالت میں اُسے موت آجائے تو اُسے اپنے مولد (جائے پیدائش) سے لے کر مدفن (جہاں وہ دفن ہوا ہو) تک کی جگہ کے برابر جنّت میں جگہ دی جائے گی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ سافروا تستغنوا، سفر کرو مال دار ہو جاؤ گے۔ (طبرانی)۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً۔ (النساء: ۱۰۰)

اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لئے بہت جگہ اور بسراوقات کے لئے بڑی گنجائش پائے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرمایا "کاش! یہ شخص اپنے مرزبوم (مدینہ) کے سوا کسی جگہ مرتا۔" حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا "اے اللہ کے رسول! کیوں؟ آپؐ نے فرمایا" جو شخص غریب الدیار مرتا ہے اس کے لئے اپنے مرزبوم سے لیکر جائے موت تک کی جگہ کے برابر جنّت میں جگہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ میں ایک شخص کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: "کاش! یہ شخص غریب الدیار مرتا!" اِن احادیث سے تحریک پاکر پہلے زمانے میں مسلمان دور دراز علاقوں میں نکل جاتے تھے جہاں وہ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے، رزق تلاش کرتے تھے، علم حاصل کرتے تھے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے۔

(۵) صدقہ وخیرات پر انحصار: بعض لوگ کسی قسم کی محنت ومشقت نہیں کرتے کوئی کام کرنے یا تلاشِ معاش میں زمین کے مختلف حصّوں میں آنے جانے سے گریز کرتے ہیں اور دوسروں کے صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ وغیرہ پر انحصار کرتے ہیں۔ وہ دوسروں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے سوال کرنے کو اپنے لئے مباح سمجھتے ہیں باوجود اس کے کہ سوال میں ایک قسم کی ذلت ورُسوائی ہے۔ وہ جسمانی لحاظ سے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہوتے بھی دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ ایسے لوگ مسلمان ملکوں میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ بادشاہوں، اُمراء اور اہلِ ثروت کے ارد گرد جمع ہونے والے خوشامدی لوگ بھی اِسی زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں اسلام نے واضح طور پر کہا ہے کہ جب تک وہ طاقتور رہیں اور کمانے کی استطاعت رکھتے ہوں، وہ ہرگز زکوٰۃ و صدقات لینے کے حقدار نہیں۔ چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کی ایک حدیث میں رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے زکوٰۃ مانگنے والے دو آدمیوں سے فرمایا تھا: لَاحَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَّلَا لِقَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ: (کسی غنی، ہٹے کٹے اور کما سکنے والے کے لئے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں)۔ نیز ارشادِ نبویؐ ہے: "کسی غنی طاقت ور اور سلیم الاعضاء شخص کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں"

اسی طرح اسلام میں لوگوں سے بلا ضرورت سوال کرنے (یعنی خیرات و صدقات مانگنے) سے بھی بڑی سختی سے روکا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "لوگوں سے ہر وقت مانگتے رہنے والا شخص قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا گوشت نہیں ہوگا۔" اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص دوسروں سے بلا ضرورت محض اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے وہ اپنے لئے انگارے مانگتا ہے، اب چاہے تو ان انگاروں کو زیادہ کرے چاہے تو کم کرے۔"

صحیحین میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ممبر پر کھڑے ہوکر صدقہ، ناجائز امور سے باز رہنے اور لوگوں سے مانگنے پھرنے پر کلام کرتے ہوئے فرمایا: "اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔" اور صحیح مسلم میں حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ تم میں سے کوئی شخص صبح کے وقت نکلے اور اپنی پشت پر جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لائے تاکہ وہ صدقہ کرے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے، یہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی آدمی سے کچھ مانگے وہ چاہے تو اس کو دے چاہے تو نہ دے۔ اس لئے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" مسند احمد میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بندہ جونہی دوسروں سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ اور نسائی میں عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ مانگا اور آپؐ نے اُسے عطا فرمایا۔ جب اس شخص نے اپنا پاؤں دروازے کی چوکھٹ پر رکھا تو آپؐ نے فرمایا" اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سوال کرنے میں کس قدر ذلّت و رسوائی ہے تو کوئی بھی کسی کے پاس سوال کرنے کی غرض سے چل کر نہ جائے"۔

البتہ دو صورتوں میں سوال کرنا قابلِ مذمت نہیں: ایک یہ کہ حاکمِ وقت یا کسی ایسے شخص سے سوال کیا جائے جسے اللہ نے سائل کا سرپرست بنا دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی اشد اور ناگزیر ضرورت سے مجبور ہو کر سوال کیا جائے۔ اسلامی ریاست میں حاکمِ وقت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہر اُس شخص کو سزا دے جو بالکل تندرست و توانا ہو اور کما کر کھانے کی قدرت رکھنے کے باوجود سوسائٹی پر بوجھ بن کر زندہ رہنا چاہتا ہو، اور جس نے دوسروں سے مانگتے پھرنے کو پیشہ بنا لیا ہو، اور جو اس زعم میں مبتلا ہو کہ زکوٰۃ لینا اس کے لئے جائز ہے حالانکہ اس کے لئے زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ بغیر کسی جائز عذر کے بھیک مانگنا گناہ ہے اور ہر وہ گناہ جس پر ازروئے شریعت کوئی حد نہ لگائی گئی ہو یا کوئی کفارہ نہ دینا پڑتا ہو، مسلمان حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ اُس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو حسبِ حال کوئی سزا دے دے۔

مذموم پیشے: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے صنعت و حرفت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے روزی حاصل کرنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مذموم پیشوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "بعض پیشے ایسے ہیں جنہیں اپنانے کے لئے ابتدا میں تھوڑی سی محنت اور کوشش کے علاوہ کچھ سیکھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ لوگ لڑکپن میں انہیں سیکھنے سے غفلت برت جاتے ہیں یا کسی اور وجہ سے نہیں سیکھ سکتے. چنانچہ وہ کسی صنعت یا حرفت سے واقف نہ ہونے کے سبب روزی نہیں کما سکتے. لہٰذا وُہ دوسروں کی محنت کا پھل کھانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اِس طرح دو گھٹیا پیشے معرضِ وجود میں آتے ہیں. ایک چوری اور ڈاکہ زنی۔ دوسرا بھیک مانگنا اور گداگری. عامۃ الناس چوروں اور گداگروں دونوں کے بارے میں محتاط رہتے ہیں اور اُن سے اپنے مالوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں گروہوں کو دوسروں کے مالوں پر قبضہ کرنے کے لئے مختلف حیلے اور تدابیر سوچنی پڑتی ہیں۔ جہاں تک چوروں اور ڈاکوؤں کا تعلق ہے ان میں ایک تو وہ ہیں جو اپنے بہت سے ساتھی تلاش کر لیتے ہیں اور خود اُن کے سرغنہ بن کر راہ زنی کرتے ہیں اور جو اِن میں کمزور ہوتے ہیں وہ مختلف حیلوں مثلاً نقب زنی وغیرہ کے ذریعے مال لوٹتے ہیں. اور جہاں تک گداگروں کا تعلق ہے، جب وہ دوسروں کا محنت سے کمایا ہوا مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ مشقت اٹھاؤ اور تم بھی دوسروں کی طرح کام کرو، اور انہیں کچھ نہیں دیا جاتا، تو وہ لوگوں کا مال اینٹھنے کے مختلف حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں اور اپنی بیکاری کے لئے مختلف عذر تلاش کرتے ہیں کچھ وہ ہیں جو اپنے بچّوں کو ساتھ لیکر مکّاری سے اندھوں کی ایک جماعت بنا کر نکلتے ہیں تاکہ لوگ انہیں معذور جان کر کچھ دیں. کچھ وُہ ہیں جو اپنے آپ کو اندھے یا اپاہج یا دیوانے یا بیمار ظاہر کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے اندر جذبۂ ترحم پیدا ہو اور وہ اُنہیں کچھ دے دیں۔ کچھ وہ ہیں جو لوگوں کو متحیر کرنے والے بعض اقوال و افعال سیکھ لیتے ہیں جن سے لوگ متاثر ہو کر انہیں کچھ دے دیتے ہیں۔ مثلاً ٹھٹھا مخول، نقل اُتارنا، شعبدہ بازی، مضحکہ خیز حرکات، عجیب و غریب اشعار، مقفّیٰ و مسجع نثری کلام، وہ اشعار جو دلوں کو بہت متاثر کریں، یا وہ جو انسان کے سفلی جذبات کو اُبھاریں۔ کچھ ایسے کام ہیں جن پر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معاوضہ تو لیا جاتے مگر وہ معاوضہ سمجھا نہ جائے، مثلاً تعویذات وغیرہ کا کاروبار، جن کا بیچنے والا بچوں اور جاہل لوگوں کو دھوکہ سے یہ کہتا ہے کہ یہ تعویذات مختلف امراض کا مداوا ہیں۔ یہ فال نکالنے والے، ستارہ شناس، رمّال، ممبروں پر چڑھ کر مانگنے والے واعظ بھی انہی لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے دلوں کو مختلف حیلہ سازیوں سے متاثر کر کے اُن سے روپیہ بٹوریں۔ مانگنے اور سوال کرنے کی یہ حیلہ سازیاں تعداد میں ہزار دو ہزار سے متجاوز ہیں۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چوری اور گداگری دونوں مذموم پیشوں کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں وہ یقیناً اُن کی ژرف نگاہی اور دقتِ نظر پر دلالت کرتی ہے۔

تدبیر کا فقدان : تلاشِ معاش کے لئے سعی و عمل نہ کر سکنے والوں کی آخری قسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو کام کرنے کی طاقت و قدرت رکھنے کے باوجود کام کرنے کی تدبیر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وسائلِ معاش اور کمائی کے مختلف طریقوں کے بارے میں اُن کی معلومات بالکل محدود ہوتی ہیں ایسے حالات میں اُن کے لئے یہ بات سب سے آسان ہوتی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے کنبہ کی کفالت کا بوجھ حکومتِ وقت پر ڈال کر تلاشِ معاش کی ساری کوششوں کو ترک کر دیں اور خود بیکار بیٹھے زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ مگر اسلام ایسے کسی شخص کے اس طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ وہ معاشرے کے عام افراد پر عام طور پر اور اصحابِ اختیار و اقتدار پر خاص طور پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ اُس شخص کو اُس کے حسبِ حال کوئی کام تلاش کر کے دیں اور روزی کما کر کھانے میں اس کی مدد کریں۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا (اور اپنی بیکاری کی شکایت کرنے لگا) آپؐ نے فرمایا: "کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں؟" اُس نے عرض کیا "کیوں نہیں، ایک پالان ہے جسے ہم اوپر بھی اوڑھتے ہیں اور نیچے بھی بچھاتے ہیں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "جاؤ وہ دونوں چیزیں لے آؤ۔" جب وہ شخص دونوں چیزیں لے آیا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپؐ نے انہیں لے کر حاضرینِ مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا "ان دونوں چیزوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا" میں انہیں ایک درہم میں خریدتا ہوں" آپؐ نے فرمایا" دو یا تین درہم میں کون لیتا ہے؟" ایک دوسرے آدمی نے کہا" میں دو درہموں میں خریدتا ہوں"۔ آپؐ نے پالان اور پیالہ اُس آدمی کو دے کر دو درہم لے لئے اور انصاری کو دے کر فرمایا" ایک درہم کا کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کو دے آؤ اور دوسرے درہم کی ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود اپنے دستِ مبارک سے اُس میں دستہ لگایا اور فرمایا" یہ کلہاڑی لے کر جاؤ اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرو اور انہیں بیچا کرو۔ اور پندرہ دن تک میرے پاس مت آنا"۔ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا۔ جب پندرہ دن کے بعد آیا تو وہ دس درہم کما چکا تھا جن میں سے کچھ درہموں کا اس نے کپڑا اور کچھ کا کھانا دانہ خریدا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا" یوں کما کر کھانا تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ لوگوں سے مانگتے پھرنے کے سبب قیامت کے روز تمہارا چہرہ داغدار ہو۔ سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے درست ہے۔ ایک نہایت مفلس آدمی۔ دوسرے جو بہت بھاری قرض کے نیچے دبا ہوا ہو اور تیسرے وہ جس پر بھاری دیت پڑ گئی ہو"۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے لئے اس بات کو اچھا نہیں سمجھا کہ وہ کمانے کی طاقت رکھنے کے باوجود زکوٰۃ و صدقات لے کر اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرے، بلکہ کسبِ حلال کے مواقع فراہم کرنے میں اُس کی مدد کی۔

فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے میں اسلام اُن تمام نظام ہائے زندگی سے کوسوں آگے ہے جو ظہورِ اسلام سے کئی صدیاں بعد انسانیت کے سامنے پیش کیے گئے۔ وہ کسی حاجتمند سائل کی مشکل کو یوں حل نہیں کرتا کہ وقتی طور پر اُسے کچھ مادّی امداد دلوا دے اور نہ وہ محض وعظ و تلقین سے سائل کے دل میں سوال کرنے سے نفرت پیدا کر دینے پر اکتفا کرتا ہے بلکہ وہ سائل کی دستگیری کرتا ہے اور بڑے احسن طریقے سے غربت و افلاس سے نجات حاصل کرنے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اِس کی مدد کرتا ہے۔ اور اسے اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنی معاشی حالت کو درست کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے گریز کرے۔

ازالۂ فقر و فاقہ کے لئے دوسرا وسیلہ : فقر و فاقہ کے ازالہ کے لئے دینِ اسلام میں اگرچہ یہ چیز اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ ہر شخص کو کوشش اور محنت کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنا چاہیئے مگر ان معذوروں کا کیا گناہ ہے جو کام کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے؟ اُن بیواؤں کا کیا قصور ہے جن کے خاوند انہیں بالکل کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ کر دُنیا سے رخصت ہو گئے ہیں؟ چھوٹے چھوٹے بچوں اور نہایت بوڑھے آدمیوں کا کیا گناہ ہے؟ مُزمن امراض میں مبتلا لوگوں کا کیا گناہ ہے؟ اور ان لوگوں کا کیا گناہ ہے جو بعض آفاتِ ناگہانی کے باعث کام اور کسب سے محروم ہو گئے ہیں؟ کیا ایسے افرادِ معاشرہ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے گا؟

نہیں۔ اسلام نے اِن افراد کو بھی فقر و فاقہ اور محتاجی و تنگ دستی کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے انتظام کیا ہے۔ اِس سلسلے میں پہلی چیز یہ ہے کہ ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے کا پاس کریں اور ایک دوسرے کی اعانت و کفالت کا ذمّہ لیں، طاقت ور کمزور کے کام آئے دولتمند اپنے فاقہ مست بھائی کا کفیل بن جائے، اصحاب قدرت و اختیار اپنے معذور و مجبور رشتہ داروں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دیں۔ کیونکہ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک خاندان کے افراد کے باہمی تعلقات زیادہ ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتے ہیں اور وُہ رحم کے رشتے میں ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے جس کی اسلام نے بدیں الفاظ تائید فرمائی ہے۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں خون کے رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرابت داری اور صلہ رحمی: اسلام نے قرابت داروں کے حقوق پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن وحدیث میں اُن کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور قطع رحمی اور قرابت داروں سے بدسلوکی کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سُنائی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (النحل ۹۰)

اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء: ۳۶)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی، رشتہ دار سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضہ میں ہوں۔ احسان کا معاملہ کرو۔ یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (النساء: ۱)

اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلّقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (الاسراء: ۲۶)

رشتہ دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (الروم : ۳۸)

پس (اے مومن!) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو اس کا حق۔ یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (بخاری ومسلم)

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِسَاقِ الْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ (بخاری ومسلم)

رحم عرش الٰہی کے پائے سے لٹکا ہوا ہے۔ کہتا ہے "جو مجھے جوڑے اُسے قرب الٰہی نصیب ہو اور جو مجھے توڑے وہ بارگاہ الٰہی سے کٹ جائے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرنے کو واجب قرار دے دیا ہے کہ" تو اپنے ماں باپ اور بہن بھائی سے بھلائی کر اور اس قریبی رشتہ دار سے احسان کر جو اُن سے قریب ہو۔ یہ ایک ایسا حق ہے جسے ادا کرنا ضروری ہے اور خون کے رشتے اس قابل ہیں کہ انھیں قائم رکھا جائے۔"

قرآن مجید سے ماخوذ مذکورہ بالا نصوص صریحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قرابت دار کا اپنے قرابت دار پر دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ حق ہے۔ کیونکہ اُن کے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ دار کی بدحالی اور بیکاری کے وقت اس پر اور اُس کے بال بچوں پر خرچ نہ کرے تو وہ حق قرابت کو کماحقہ ادا نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص اپنے کسی قریبی کی موت کے بعد اُس کی جائیداد کا وارث بن کر مفت میں کچھ دولت حاصل کر سکتا ہے تو پھر عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی بدحالی کے وقت اُس پر بغیر کسی ذاتی مفاد کے خرچ بھی کرے اور اُس کو مفت ہاتھ آنے والی دولت کا عوض سمجھ لے جو قریبی کی موت کے بعد اُسے مل سکتی ہے۔

بعض علماء کا کیا خیال ہے کہ مذکورہ بالا نصوص صریحہ میں جس احسان اور صلہ رحمی کا ذکر آیا ہے وہ واجب نہیں بلکہ محض مُستحب ہے۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور اسے حق سے تعبیر فرمایا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسے رشتہ داروں کا حق فرما کر واجب قرار دیا ہے تو پھر یہ مُستحب کس آیت قرآنی اور حدیث نبوی سے ہوا؟

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حق سے مُراد صرف یہ ہے کہ قطع رحمی نہ کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے جیسا امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے:

(۱) اس سے بڑھ کر قطع رحمی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص دیکھ رہا ہو کہ اس کا رشتہ دار بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہے اور گرمی یا سردی کے سبب سخت تکلیف میں مبتلا ہے اور وہ اس کو ایک لقمہ کھانا نہ دے اور ایک گھونٹ پانی نہ دے اور وہ اُسے ستر پوشی اور سردی گرمی سے بچنے کے لیے کپڑا دے۔ حتیٰ کہ اُسے اپنی چھت کے سائے میں آرام تک نہ لینے دے۔ اگر یہ قطع رحمی نہیں تو ہم نہیں جانتے کہ پھر وہ قطع رحمی کیا ہے جسے حرام کہا گیا ہے اور وہ صلہ رحمی کیا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(۲) وہ صلہ رحمی کیا ہے جسے قرآن و سنّت میں واجب قرار دیا گیا ہے اور جسے ترک کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے؟ صلۂ رحمی میں ایک عام آدمی کے حق سے کونسی چیز زائد ہے جسے دل و دماغ سمجھ سکیں اور اُس پر عمل کیا جاسکے؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بہن کے حق کو ماں باپ کے حق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے امك واباك واختك واخاك ثم ادناك ادناك (اپنے ماں باپ سے بھلائی کر اور اپنے بہن بھائی سے بھلائی کر، پھر جو رشتہ میں اُن سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قریب ہوں اور پھر جو اُن سے قریب تر ہوں" ۔ پھر وہ کونسی چیز ہے جس سے یہ حکم منسوخ ہو سکتا ہے ؟ اور وہ کونسی چیز ہے جو پہلے (حقوقِ والدین) کو واجب قرار دے اور دوسرے (بہن بھائی کے حقوق) کو مستحب رہنے دے ؟

فقہائے اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خاوند کو اپنی بیوی کے نان ونفقہ کے لیے اور والد کو اپنے اور لڑکی کے نفقہ اور بیٹے کو والدین کے نفقہ کے لیے مجبور کیا جا سکتا ہے اور باقی اقربار اور رشتہ داروں کے متعلق اس بارے میں اختلاف ہے کہ اسلامی ریاست کا قاضی کسی رشتہ دار کو رشتہ دار پر خرچ کرنے پر کس حد تک مجبور کر سکتا ہے ۔ اگرچہ اُن اقربار اور رشتہ داروں سے صلۂ رحمی اور احسان کو سب فقہار نے دینی نقطۂ نگاہ سے ضروری قرار دیا ہے ۔

اس سلسلے میں تمام مذاہبِ اسلامیہ میں سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے مذاہب میں کافی وسعت پائی جاتی ہے اور امام ابن قیّم رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں اماموں کے مذاہب کی تائید میں کتاب وسنت سے بہت سے دلائل پیش کیے ہیں ۔ زاد المعاد میں وہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مندرجہ ذیل احادیث نقل کرتے ہیں جو خویش واقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں ہیں :

سنن ابی داؤد میں کلیب ابن منفعۃ الحنفی سے روایت کی گئی ہے ۔ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (کلیب کے دادا) ، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے اور عرض کی کہ " اے اللہ کے رسول ! میں کس کے ساتھ احسان کروں ؟ " آپ نے فرمایا " اپنے ماں باپ کے ساتھ ، پھر اپنے بہن بھائی کے ساتھ اور پھر اپنے رشتہ دار کے ساتھ جو اُن سے قریب ہے ۔" یہ ایک ایسا حق ہے جسے ادا کرنا ضروری ہے اور رحم کے رشتے اس قابل ہیں کہ انھیں قائم رکھا جائے ۔

نسائی میں طارق محاربی سے روایت ہے کہ جب میں مدینے آیا تو رسولِ خدا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صلّی اللہ علیہ وسلّم ممبر پر کھڑے خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے ـ" دینے والے کا ہاتھ اُونچا ہے اور دینے کی ابتدا ر اپنے اہل دعیال سے کرد ـ پہلے ماں باپ کو دو، پھر بہن بھائی کو، پھر جو زیادہ قریب ہوا ور پھر جو اُس سے قریب ہو ـ

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی :" اے اللہ کے رسول! تمام انسانوں میں سے کون سب سے زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ میں اُس سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤں ؟ آپ نے فرمایا" تیری ماں"۔ اُس نے کہا" پھر کون؟" آپ نے فرمایا " تیرا باپ، پھر وہ جو زیادہ قریب ہو اور پھر جو اُس سے زیادہ قریب ہو"

ترمذی میں معاویہ عشیری سے روایت ہے ـ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا "اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ احسان کروں ؟ آپ نے فرمایا ـ" اپنی ماں کے ساتھ" میں نے پوچھا " پھر کس کے ساتھ ؟" آپ نے فرمایا" اپنی ماں کے ساتھ" میں نے پوچھا " پھر کس کے ساتھ ؟ آپ نے فرمایا" اپنے باپ کے ساتھ ـ پھر اُس کے ساتھ جو زیادہ قریبی ہو"ـ

سُنن ابی داؤد میں عمرو بن شُعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ـ" بلاشبہ بہترین کھانا وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ ـ تمھاری اُولاد بھی تمھاری ایک طرح کی کمائی ہے، تم اپنی اُولاد کی کمائی سے بھی بلا مشقت کے کھاؤ"

نسائی میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ـ

" پہلے اپنے آپ پر صدقہ کرو اور اگر کچھ بچ جائے تو اپنے گھر والوں پر ـ اگر تمھارے گھر والوں سے بھی بچ جائے تو اپنے قرابت داروں پر، اور تمھارے قرابت داروں سے بھی بچ جائے تو اس طرح اور اس طرح " (یعنی پھر اُن پر جو اُن کے قریبی ہوں اور پھر اُن پر جو اُن قریبیوں کے قریبی ہوں)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

منقولہ بالا تمام احادیث مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی کی تفسیر ہیں:

(۱) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى (النساء: ۳۶)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

(۲) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (الاسراء: ۲۶)

قرابت دار کو اس کا حق دو۔

(۳) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (الروم: ۳۸)

قرابت دار کو اُس کا حق دو۔

اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کے حق کو والدین کے حق کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اسی طرح نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی۔ اگر یہ حق حقِّ نفقہ نہیں ہے تو پھر ہم نہیں جانتے کہ وہ کونسا حق ہے؟ اور اللہ نے قرابتداروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تو بہت بڑی بدسلوکی ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار کو دیکھے کہ وہ بھوکا ننگا مر رہا ہے اور وہ اُس کی تنگ دستی کو دُور کرنے اور ستر پوشی کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اُسے کھانے کا ایک لقمہ نہ دے اور اُس کی ستر پوشی نہ کرے اور اگر کرے تو قرض دے کر۔

نفقاتِ اہلِ قرابت: اللہ تعالیٰ نے بچّے کے وارث پر بھی نان و نفقہ کی ویسی ہی ذمہ داری ڈالی ہے جیسی کہ بچّے کے والد پر۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا

جو باپ چاہیں کہ اُن کی اولاد پوری مدّتِ رضاعت تک دودھ پیے تو (مطلّقہ) مائیں اپنے بچّوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچّے کے باپ کو معروف طریقے سے انھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اُس کی وسعت سے بڑھ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۔

(البقرۃ : ۲)

بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اُس کا ہے اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے ویسا ہی اُس کے وارث پر بھی ہے۔

اس حکم خداوندی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حکم لگایا تھا۔ چنانچہ سعید بن مُسیّب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچّے کے پدری رشتہ داروں کو اس بنا پر قید کر دیا تھا کہ وہ بچّے کے نان ونفقہ کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے تھے۔ سعید بن مسیّب ہی سے ایک روایت ہے کہ ایک یتیم کا سرپرست حضرت عمر رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے اُس سے فرمایا "اُس یتیم پر خرچ کرو"۔ پھر فرمایا "اگر مجھے اس یتیم کا دُور پرے کا رشتہ دار ہی مل جاتا تو میں اُس پر اس بچّے کا نان ونفقہ واجب قرار دیتا"۔ اس سلسلے میں زید بن ثابتؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ "اگر بچّے کے ورثاء میں ماں اور چچا ہوں تو ماں پر اُس کے حصّہ وراثت کے مطابق اور چچا پر اُس کے حصّہ وراثت کے مطابق بچّے کا نان نفقہ فرض ہوگا۔ حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ کے مذکورہ فیصلوں کی مخالفت کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

ابن جُریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ وعلی الوارث مثل ذالك کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ "یتیم کے ورثاء پر وارث ہونے کی حیثیت سے فرض ہے کہ وہ اس پر خرچ کریں"۔ میں نے کہا "اگر بچے کا کوئی مال وغیرہ نہ ہو تو کیا بچے کے وارث کو بچّے کی پرورش و پرداخت نہ کرنے کے جرم میں قید کر لیا جائے گا؟" آپ نے فرمایا "کیا وہ اُسے چھوڑ دے گا کہ وہ مرتا رہے؟" حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بچّے کا وارث

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو اُس پر فرض ہے کہ وہ بچے پر خرچ کرے تا آنکہ وہ اپنے وارث کا محتاج نہ رہے" قتادہ، مجاہد ضحاک، زید بن اسلم، قاضی شریح، قبیصہ بن ذؤیب، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابراہیم نخعی، شعبی اور اصحاب ابن مسعود اور اُن کے بعد سفیان ثوری، عبدالرزاق اور ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب اور پھر اُن کے بعد ابن حنبل، اسحاق اور داؤد وغیرہ جملہ سلف صالحین نے بھی یہی تفسیر کی ہے جو ابن جریج اور عطا سے منقول ہے۔

خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک: خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر رحم کے رشتہ داروں میں بیٹے یا پوتے ہوں یا آباو اجداد ہوں تو اُن پر خرچ کرنا واجب ہے قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر۔ ان کے علاوہ کوئی رشتے دار ہوں تو اُن پر خرچ کرنا صرف اُس صورت میں فرض ہے کہ وہ مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان پر یہ واجب نہیں کہ اپنے کسی کافر رشتہ دار پر خرچ کرے۔

اس طرح خرچ کرنے میں دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ ایک خرچ کرنے والے کی استطاعت، دوسرے جس پر خرچ کیا جائے اُس کی ضرورت و احتیاج۔ اگر وہ شخص جس پر خرچ کیا جا رہا ہے بچہ ہے یا بُوڑھا ہے یا عورت ہے تو صرف اُن کی تنگدستی کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر وہ مرد ہو تو پھر اُس کی تنگ دستی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہ اندھا تو نہیں یا اُسے کوئی ایسا مُزمن مرض تو نہیں جس نے اُسے بالکل کام کے قابل نہ چھوڑا ہو۔ اور اگر وہ تندرست و توانا ہو اور اندھا نہ ہو تو پھر اُس پر خرچ کرنا واجب نہیں۔ یہ نان نفقہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میراث کے مطابق ہوگا۔ مگر اُن کے مشہور مذہب کے مطابق بچے کا نان نفقہ خاص طور پر والد کے ذمے ہوگا اور حسن بن زیادہ لُولُوی نے اس قیاس کو عام کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچے کا نفقہ ماں باپ دونوں پر اُن کی میراث کے مطابق ہوگا۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر قریبی جو محتاج ہے اور وہ جو مدد کرنے والا ہے دونوں ایک ہی سلسلہ نسب سے ہوں تو پھر محتاج

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور ضرورت مند کا نان نفقہ واجب ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ وارث ہے یا غیر وارث۔ اور اگر وہ کسی اور سلسلۂ النسب سے ہو تو پھر نہیں۔ کیونکہ نفقہ کے وجوب کے لیے توارث کی شرط لازمی ہے۔ اگر خویش و اقارب میں سے وہ رحم کے رشتے دار ہوں جو وارث نہیں ہو سکتے تو اُن کے لیے امام احمد سے منقول کسی نصِ صریح کے مطابق کوئی نفقہ نہیں ہے۔ تاہم امام احمد کے بعد اصحاب نے ان رشتہ داروں کے توارث کے بارے میں امام احمد کے مسلک کی بنیاد پر نفقے کے وجوب کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک نفقہ میراث کا حصّہ ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک خرچ کرنے والے اور وہ جس پہ خرچ کیا جا رہا ہے دونوں کا ایک ہی دین پہ ہونا نفقہ کے وجوب کے لیے ضروری شرط ہے۔ مگر ایک روایت کے مطابق اُن کے نزدیک والدین کے لیے یہ شرط نہیں ہے جس پر کسی شخص کا نفقہ واجب ہے اُس پر امام احمدؒ کے مسلک کے مطابق اُس کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہے۔ قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جس پر اپنے رشتہ داروں مثلاً بھائی بھتیجے اور چچا وغیرہ وغیرہ کا نفقہ واجب ہو گیا ہو اس پر اُن کی پاک دامنی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ جب کسی شخص پر ایک آدمی کی پاکدامنی کا خیال رکھنا ضروری ہے تو اُس پر اُس آدمی کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہو گا کیونکہ وہ اسی طرح اپنی پاک دامنی کو قائم رکھ سکتا ہے۔

وجوبِ نفقہ کی شرائط: فقہاء نے اقارب پر نفقہ کے وجوب کو دو شرطوں سے مشروط کیا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جس کے لیے نفقہ واجب ہے وہ تنگ دست و نادار ہو۔ اگر وہ کہیں سے مال مل جانے کے سبب یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے مالدار ہو جائے تو اُس کا نفقہ واجب نہیں کیونکہ نفقہ کے وجوب میں صرف ہمدردی و غمخواری اور مدد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ دولت مند اور فارغ البال ہو جانے کے بعد کوئی اُس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نفقہ کا انتظام کرنے والے کے پاس اپنے اور اپنی بیوی کے نان نفقہ سے زاید مال ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر اپنے اہل وعیال پر" قریبی رشتہ دار پر خرچ کرنا باہمی ہمدردی کے طور پر ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ اپنی اصلی ضرورت سے زاید مال ہو تو اُس پر خرچ کیا جائے۔ اصلی ضرورت سے مراد اپنی ذات اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا ہے۔

نفقہ کن چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے: اسلام نے خویش و اقارب پر نفقے کا جو حکم دیا ہے اس کے لیے مال کی کوئی حد مقرر نہیں کی کیونکہ زمان و مکان اور حالات کے مختلف ہونے سے لوگوں کی ضروریات بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح نفقہ کرنے والوں کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں کبھی کوئی خوش حال و کشادہ رزق ہوتا ہے تو کبھی وہ اوسط درجے کا مالدار ہوتا ہے ان حالات میں اسلام یہ چاہتا ہے کہ نفقہ کرنے والے کی قوتِ انفاق اور نفقہ کے مستحق کی حاجت مندی، دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور رشتہ دار مناسب طریقے سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا۔ (الطلاق: ۷)

خوشحال آدمی اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگی ہو وہ اُس کے مطابق خرچ کرے جو اللہ نے اُس کو دیا ہے۔ اللہ کسی کو اسی کے مطابق تکلیف دیتا ہے جتنا اللہ نے اُس کو دیا ہے۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۳۶)

اُن کو خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۳۳)

بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔

اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی ہند سے ایک موقع پر کہا تھا کہ اپنے خاوند کے مال سے اتنا لے لے جتنا تجھے اور تیرے بچے کے لیے کافی ہو"

فقہائے اُمت نے نفقہ میں مندرجہ ذیل چھ چیزوں کو شامل کیا ہے:(۱) کھانا پینا ــــ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۲) گرمی سردی کے لیے حسبِ حال لباس (۳) رہائش اور اُس کے لوازمات (۴) جو شخص اپنا کام خود کرنے کے قابل نہ ہو اُس کے لیے نوکر۔ (۵) جو شادی کا حاجت مند ہو اس کی شادی کا انتظام۔ (۶) مستحق نفقہ کے بیوی بچوں پر بھی خرچ کرنا۔

شیخ الاسلام ابنِ قدامہ اپنی کتاب الکافی میں فرماتے ہیں: "نفقہ ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہونا چاہیئے، کیونکہ نفقے کا اصل مقصد حاجت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے اگر اُسے اپنی خدمت کے لیے خادم کی ضرورت ہو تو نفقہ کرنے والے پر خادم کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور اگر اُس کی بیوی ہو تو اُس کا نفقہ بھی۔" پھر فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے والے پر یہ واجب ہے کہ باپ دادا اور بیٹے وغیرہ جن کا نفقہ اُس کے ذمّے ہو اُن میں سے اگر کوئی شادی کا خواہاں ہو تو اُس کی شادی کر دے کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے اور اُس سے محرومی اُس کے لیے ضرر رساں ہے۔ لہٰذا شادی بھی نان نفقہ یعنی کھانے پینے اور لباس کے مشابہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہ ہوگا کہ حاجت مند آدمی کو حقیر سمجھ کر اُس کے لیے کسی ایسی عورت کو چھانٹا جائے جو اُس کے لیے ناکارہ ہو یا اُس کی حیثیت کے مطابق نہ ہو۔

نفقہ کے سلسلے میں علاج معالجے کے وجوب کے متعلق فقہاء کا کوئی قول نہیں ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں جس شخص پر کسی حاجت مند رشتہ دار کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اُس پر اُس کے علاج کی ذمہ داری عائد نہ ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

نفقہ علی الاقارب صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے: اسلام نے دولت مند رشتہ دار پر اپنے غریب اور نادار رشتہ دار کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ (SOCIAL SECURITY) کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام نے اسے محض مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے جس کے ادا کرنے کا حکم خود ذات باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ فقہِ اسلامی میں کتاب النفقات کے تحت رشتہ دار پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ پرانی شریعتوں میں کہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملیں گے اور نہ آج کل کے جدید قوانین میں کہیں اس کا خیال تک پایا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب و تنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر و خوش حال رشتہ داروں پر نان نفقے کا دعویٰ دائر کر دے۔ یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرہ میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جانا ہے اور بڑے بوڑھوں سے وراثت میں پایا ہے۔ مگر غیر مسلم قومیں جنھیں ہم تہذیب و ثقافت کے میدان میں بہت ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بات بڑی حیرت انگیز اور باعثِ تعجب ہے۔ ہمارے استاد ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اپنی کتاب "اسلام اور انسانی دنیا کو اس کی ضرورت" میں اسلام اور عائلی زندگی پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاید یہ بہتر ہو اگر میں یہاں یہ ذکر کر دوں کہ میں قیام فرانس کے دوران جس گھر میں کچھ عرصہ رہا وہاں ایک نوجوان لڑکی بحیثیت خادمہ کے رہا کرتی تھی جس کے چہرے سے خاندانی شرافت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے گھر کی مالکہ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیوں خادمہ بنی ہوئی ہے؟ کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں جو اس سے یہ کام چھڑوا دے اور اس کے لیے زندگی کی آسائشیں فراہم کرے؟" اس نے جواب دیا کہ یہ لڑکی شہر کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اس کا ایک چچا ہے جو بڑا مالدار ہے، مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے معاملے کو عدالت میں کیوں نہیں لے جاتی کہ وہ اُسے چچا سے نان نفقہ دلوائے؟ میری بات سے وہ صاحبہ حیران رہ گئیں اور انھوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس کے تحت یہ لڑکی اپنے چچا سے ایسا کوئی مطالبہ کر سکے۔" تب میں نے انھیں اس سلسلے میں اسلام کا حکم سمجھایا۔ وہ کہنے لگیں "کون ہے جو ہمارے لیے ایسا قانون بنائے؟ اگر ہمارے یہاں یہ قانونی لحاظ سے جائز ہو تو کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہ ملے جو کسی کمپنی، کارخانے یا فیکٹری یا حکومت کے کسی محکمے میں کام کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب چہارم

اسلامی نظامِ معیشت میں زکوٰۃ کی اہمیت

جیسا کہ اس سے پہلے ان صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے اسلام نے ہر صاحبِ قدرت کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ تلاشِ رزق میں سرگرمِ عمل ہو تاکہ وہ خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکے اور اگر ہو سکے تو راہِ خدا میں بھی کچھ خرچ کر سکے اور جو شخص کوئی کام نہ کر سکتا ہو اور اس کے پاس کوئی اپنا جمع کیا ہوا یا میراث میں ملا ہوا مال بھی نہ ہو جس سے وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکے، اس کی کفالت اس کے خوش حال رشتہ داروں کے ذمّے ہے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اسے غربت و افلاس کی پستی میں گرنے سے بچائیں۔ مگر ہر غریب و تنگ دست کو ایسے خوش حال و مال دار رشتہ دار بھی میسّر نہیں ہوتے جو اس کے نان نفقے کا ذمّہ لے سکیں۔ ایسی صورتِ حال میں وہ مسکین اور نادار آدمی کیا کرے جس کے کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہوں جو اس کے نان نفقے کا بوجھ برداشت کر سکیں؟ محتاج و نادار لوگ مثلاً یتیم بچّے، بیوہ عورتیں، نہایت بوڑھی عورتیں اور نہایت بوڑھے مرد کیا کریں؟ ضعیف العقل، دائم المرض، اندھے یا کسی اور بیماری یا تکلیف میں مبتلا لوگ کیا کریں؟ اور وہ لوگ کیا کریں جو باوجود طاقت رکھنے کے کوئی ذریعۂ معاش حاصل نہیں کر سکتے؟ نیز ان لوگوں کا کیا بنے گا جو کام تو کرتے ہیں مگر اس کام سے وہ اتنی آمدنی حاصل نہیں کر سکتے کہ ان کے کنبے کی جملہ ضروریاتِ زندگی پوری ہو سکیں؟ کیا ان سب لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا کہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی و محتاجی ان کو مار ڈالے اور معاشرہ ان کا تماشائی بنا رہے درآنحالیکہ اس میں دولت مندوں کی کافی تعداد موجود ہو؟ کیا وہ انہیں ہر قسم کی مدد و اعانت سے محروم رکھے۔

اسلام نے ایسے افرادِ معاشرہ کو فراموش نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دولت مندوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے مالوں میں ایک مقررّہ حق رکھ دیا ہے جو ایک فریضے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔
زکوٰۃ کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ فقراء و مساکین کی تنگ دستی و محتاجی کو ختم کیا جائے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں فقراء و مساکین کو اوّلین حیثیت حاصل ہے بلکہ بعض مقامات پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مصرف ہی یہ بتایا ہے کہ اسے فقراء و مساکین پر خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے آپؐ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ معاشرے کے دولتمندوں سے زکوٰۃ لے کر غرباء و مساکین کو دے دیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف سوائے غریب و فقیر کی اعانت کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

زکوٰۃ زرعی پیداوار مثلاً اناج، پھل اور سبزیاں وغیرہ پر دسواں حصّہ یا بیسواں حصہ ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جو زمین بارانِ رحمت سے سیراب ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصّہ اور جس زمین کو کنوؤں یا نہروں وغیرہ کے ذریعے سیراب کیا جائے اس کی پیداوار کا بیسواں حصّہ زکوٰۃ دی جائے گی۔" دورِ حاضر میں عمارات اور فیکٹریوں کو زرعی زمین پر قیاس کیا جائے گا۔ احادیث میں وارد ہے کہ شہد پر بھی کل پیداوار کا دسواں حصّہ زکوٰۃ ہوگی اور دیگر حیوانی پیداوار مثلاً ریشم کے کیڑے اور دودھ دینے والی گائے بھینس وغیرہ کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔ قیاس ساری امتِ مسلمہ کے نزدیک اس شریعت کے اصولوں میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا جس طرح آپ دو مختلف چیزوں کو ایک جیسا نہیں کہتے اسی طرح آپ دو ایک جیسی چیزوں میں فرق بھی نہیں کر سکتے۔

نقد روپیہ اور مالِ تجارت اگر حقیقی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو اور قرض وغیرہ سے بالکل مبرا ہو تو ہر مسلمان صاحب نصاب کے لئے اس پر ڈھائی فی صد زکوٰۃ فرض ہے۔ حیوانی دولت جو دودھ حاصل کرنے اور افزائشِ نسل کے لئے رکھی گئی ہو مثلاً اونٹ، گائے، بکری وغیرہ، اس پر بھی تقریباً اتنی ہی زکوٰۃ پڑ جاتی ہے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے اور سال کا بیشتر حصہ انہیں بلاقیمت گھاس پھونس چرائی گئی ہو۔ مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مال مویشی میں زکوٰۃ اس صورت میں بھی واجب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرار دیتے ہیں جبکہ ان کا مالک انہیں سارا سال کھلاتا پلاتا رہے۔ بعض صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اسی کے قائل تھے۔

آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے حاصل ہونے والے خزانوں پر ان کا پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ فقہاء کے نزدیک معدنی دولت بھی اسی حکم کے تحت آئے گی۔ اگرچہ اس بارے میں ان کا اختلاف ہے کہ اس پانچویں حصے (خمس) کو زکوٰۃ کی طرح تقسیم کر دیا جائے گا یا اسے فے کی طرح حکومت کے عام مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔

یہ تو ہے زکوٰۃ فی الاموال۔ اس کے علاوہ ایک دوسری قسم کی زکوٰۃ ہے۔ جو افراد کے اُوپر لگتی ہے۔ اسے زکوٰۃِ فطر یا فطرانہ کہتے ہیں۔ اسے اسلام نے ماہِ رمضان کے روزے مکمل کرنے اور عید الفطر کے آنے پر فرض فرمایا ہے۔ اس کے فرض فرمانے میں مندرجہ ذیل حکمتیں پوشیدہ ہیں:۔

(۱) ان کوتاہیوں کی تلافی جو رمضان میں روزہ دار سے سرزد ہو گئی ہوں۔

(۲) فقراء و مساکین کی عزت افزائی اور ان کے اندر یہ شعور پیدا کرنا کہ مسلم معاشرہ عید کے دن ان کے لئے اپنے جذباتِ اخوت و محبت کا اظہار کرتا ہے اور انہیں اپنی خوشیوں میں شریک کرنا چاہتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ اس لئے فرض فرمایا ہے تاکہ روزہ دار اس کے ذریعے گناہ سے پاک ہو جائے اور غرباء و مساکین کو خورو نوش کا سامان میسّر آجائے۔"

فطرانے کی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ یہ اموال پر نہیں بلکہ اشخاص پر لگتا ہے۔

۲۔ یہ صرف اغنیاء اور صاحبِ نصاب لوگوں پر ہی فرض نہیں کیا گیا بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت اور غنی ہو یا فقیر مگر شرط یہ ہے کہ فقیر کے پاس اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے عید کے دن رات کے کھانے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

زائد کھانا ہو۔

اس حکم سے اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ تنگی و خوش حالی میں خرچ کرے اور اسے داد و دہش کا عادی بنایا جائے تاکہ اس کا ہاتھ نیچے والا ہاتھ (مانگنے والا) بننے کے بجائے اوپر والا (دینے والا) بن جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جہاں تک تم میں سے غنی آدمی کا تعلق ہے اللہ اس کے ذریعے اس کا تزکیہ کر دیتا ہے اور جہاں تک فقیر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس سے زیادہ لوٹاتا ہے جتنا کہ وہ دیتا ہے" اس معاملے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے ائمہ سے اختلاف کیا ہے۔ وہ فطرانے کے وجوب کے لئے صاحب نصاب ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔

۳۔ فطرانے کے مکلّف مسلمان پر صرف اپنا ہی فطرانہ واجب نہیں بلکہ بیوی بچوں اور ہر اس شخص کا فطرانہ بھی واجب ہے جس کا نان نفقہ اس کے ذمّے ہو۔

۴۔ اسلام میں فطرانے کی مقدار اتنی کم رکھی گئی ہے کہ امّت کی غالب اکثریت اسے بآسانی ادا کر سکے۔ یہ مقدار جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کھجور، منقّیٰ اور گندم کا ایک صاع ہے اور فطرانے کا مکلّف جس علاقے میں رہتا ہو وہ اس علاقے میں کثرت سے کھائی جانے والی کسی غذا کا ایک صاع دے سکتا ہے۔ صاع ایک درمیانے قد و قامت کے آدمی کی دونوں ہتھیلیوں کی چار لپوں کے برابر ہوتا ہے۔ وزن میں یہ تقریباً سوا دو سیر کے برابر ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز، حسن اور عطاء وغیرہ صدقۂ فطر کے برابر کھانے کی قیمت دے دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا مسلک بھی یہی تھا۔ اور دورِ حاضر میں فقیر و تنگ دست کے لئے صدقۂ فطر کی یہ صورت (یعنی روپے پیسے کی شکل میں دینا) زیادہ مفید ہے چونکہ صدقہ وغیرہ کا مقصد فقیر و تنگ دست کی تنگ دستی کو دُور کر کے اسے غنی بنانا ہوتا ہے لہٰذا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صدقہ نقدی کی صورت میں ادا کرنا سب سے بہتر ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کا مقام: یہ اس دینِ اسلام کا ایک معجزہ ہے، اس کے من جانب اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے اور اس بات کی صریح علامت ہے کہ یہ دین خدائے ذوالجلال کا آخری اور ابدی پیغام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صدیاں گذر گئی ہیں، اسلام نے فقر و فاقہ اور فقراء و مساکین کی نگہداشت کے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ جب تک اس پر عمل ہوتا رہا مسلم معاشرے میں امیر و غریب کی لڑائی کا کوئی سوال تک پیدا نہ ہُوا نہ کسی فرد یا جماعت کو اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسلام نے اس مسئلے کا کوئی عارضی حل یا سطحی حل تجویز نہیں کیا تھا، نہ اسلامی تعلیمات و احکام میں اس کی کوئی ثانوی حیثیت تھی بلکہ وہ ایک دائمی حل تھا اور اس کو دین میں اُساسی اور اصولی حیثیت حاصل تھی۔ یہ زکوٰۃ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کے مالوں اور حکومتِ وقت کی ذمّہ داریوں میں فقراء و مساکین کے حقوق کی ضمانت دی ہے، اسلام کے ستونوں میں سے تیسرا ستون ہے، اس کے بڑے بڑے ارکان میں سے ایک ہے اور اس کی چہارگانہ عبادات میں سے ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عمرؓ کی ایک حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ایک اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا اور پانچویں اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا۔" قرآنِ مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو شرک سے توبہ اور اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ، دینِ اسلام میں داخل ہونے، مسلمانوں کی اخوت کا حق دار بننے اور اسلامی سوسائٹی سے منسوب ہونے کا عنوان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جنگ کرنے والے مشرکین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (توبہ: ۵)

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کو چھوڑ دو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (توبہ: ۱۱)

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کافر جب تک شرک اور اس کے متعلقات سے توبہ نہ کرے، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نماز قائم نہ کرے جو مسلمانوں کے درمیان دینی اتحاد کا ایک ذریعہ ہے اور نہ زکوٰۃ ادا نہ کرے جو ان کے درمیان اجتماعی مالی رابطے کا کام کرتی ہے وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا، نہ وہ اس دینی رشتہ، اخوت میں منسلک ہو سکتا ہے جو اسے جماعتِ مسلمین کا ایک فرد بنا دیتا ہے اور اسے ان کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ٹھیراتا ہے۔ یہ اس رشتۂ اخوت میں شامل ہونے کی لازمی شرائط ہیں۔

یہ وجہ قرآن مجید اور سنت نبوی میں ہمیں نماز کے ساتھ ساتھ ہمیشہ زکوٰۃ کا مکلف بھی بنایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان گہرا ربط ہے اور ایک مسلمان کے اسلام کی تکمیل ہی ان دونوں سے ہوتی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے اسے گرایا اس نے دین کی ساری عمارت کو منہدم کر دیا۔ اور زکوٰۃ اسلام کا پُل ہے۔ جو اس پر سے پار گزر گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے اِدھر اُدھر ہو گیا وہ ہلاکت میں جا پڑا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "تمہیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔" جابر نے زید سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: "نماز اور زکوٰۃ اکٹھی فرض کی گئی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا" پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں) انہوں نے کہا کہ "نماز صرف اسی صورت میں قبول ہو گی جب کہ نماز پڑھنے والا زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔" پھر انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! وہ اس بات کو کتنی اچھی طرح سمجھتے تھے۔" اس سے ان کی مراد جناب صدیق کا یہ فرمان تھا کہ خدا کی قسم، جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا مومنین، محسنین اور متقین اور نیکوکاروں کے اوصاف میں سے ہے، اور اس کا ادا نہ کرنا مشرکین اور منافقین کے خصائص میں سے ہے۔ یہ ایمان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسوٹی ہے اور اخلاص کی برہان ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے الصدقۃ برھان (صدقہ برہان ہے) اور زکوٰۃ اسلام اور کفر اور ایمان و نفاق اور تقویٰ و فسق و فجور کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ لہٰذا کوئی شخص زکوٰۃ ادا کئے بغیر ان مومنوں کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتا جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُخروی فوز و فلاح کا قطعی وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی ضمانت دی ہے کہ وہ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہوگی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (المومنون: ۴)

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ لغویات سے دُور رہتے ہیں۔ زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کئے بغیر آدمی نیکوکاروں میں شمار نہیں ہو سکتا۔

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (لقمان: ۴)

(یہ قرآن) ہدایت اور رحمت ہے نیکوکاروں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کئے بغیر آدمی سچے، پرہیزگار اور نیک اطوار لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ـــ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دِل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ | پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔
(البقرہ: ۱۷۷) | یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

زکوٰۃ کے بغیر مسلمانوں سے ان مشرکین کو الگ نہیں کیا جاسکتا جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (حٰمٓ السجدہ)

ہلاکت ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

زکوٰۃ ہی ان منافقین کو پہچاننے کی کسوٹی ہے جن کے بارے میں فرمانِ خداوندی ہے کہ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ[1] (وہ اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں) اور یہ کہ وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ[2] (اور راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادلِ ناخواستہ خرچ کرتے ہیں)

زکوٰۃ ادا کئے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہیں ہوسکتا جو اس نے ایمان داروں، تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے مقدر کردی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:-

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (اعراف ۱۵۶)

میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (توبہ: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔

زکوٰۃ ادا کئے بغیر کوئی شخص اللہ، اس کے رسول اور جملہ ایمانداروں کی دوستی اور رفاقت کا مستحق

---

[1] سورہ توبہ: ۶۷ [2] سورہ توبہ ـ ۵۴

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہیں ہو سکتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (مائدہ: ۵۵)

تمہارے رفیق تو حقیقت میں اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کئے بغیر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی اس مدد کا حق دار نہیں بن سکتا جس کا اس شخص سے اس نے وعدہ کر رکھا ہے جو اس کی مدد کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (حج: ۴۰-۴۱)

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین پر اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دینگے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا دنیا اور آخرت میں: اسلام نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں سخت سزا کی وعید سنائی ہے۔ آخرت کی سزا کے بارے میں ارشادِ خداوندی ملاحظہ ہو۔ سیم و زر جمع کرنے اور اس میں سے خدا کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرنے والوں کو دھمکی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ - (توبہ ۳۴-۳۵) (توبہ: ۳۴-۳۵)

دردناک سزا کی خوش خبری دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے، اس کے لئے اس کا مال قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں پیش کیا جائے گا جس کے زہر بھرے تھیلے ہوں گے۔ اس سانپ کو آدمی کے گلے میں طوق بنایا جائے گا۔ پھر وہ اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا اندوختہ ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۰)	جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے۔ نہیں یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے

جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

دینوی سزا کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جب بھی لوگوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا۔" ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ "جب بھی کسی قوم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینی بند کی ان پر آسمانوں سے بارانِ رحمت کو روک دیا گیا۔ اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ برسائی جائے۔" مطلب یہ ہے کہ اگر مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور وہ اسی میں شامل رہے تو یہ رکی ہوئی زکوٰۃ اس مال کو تباہ کر دیتی ہے۔

یہ سب کچھ تو اس تکوینی اور تقدیری سزا کے بارے میں ہے جو کائنات اور تقدیر کے مالک کی طرف سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور دنیوی سزا ہے جسے شرعی اور قانونی سزا کہتے ہیں اور جس کا نافذ کرنا اسلامی معاشرے میں اُولوالامر کے ذمہ ہے۔ اس سزا کے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث زکوٰۃ کے بارے میں یوں آتی ہے کہ "جس نے اجر و ثواب کی نیت سے اسے ادا کیا اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو اسے ادا نہیں کرتا ہم اس سے زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس کا آدھا مال بھی لے لیں گے جو ہمارے رب کی طرف سے عائد کردہ تاوان ہوگا اور جس میں سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کوئی چیز جائز نہیں۔"

اس حدیث کی رُو سے اولوالامر کے لئے جائز ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے آدھے مال کو بحقِ سرکار ضبط کرلیں۔ یہ ایک قسم کی مالی سزا ہے جسے حاکم بوقتِ ضرورت دے سکتا ہے تاکہ وُہ زکوٰۃ چوروں کو سیدھا کر سکے۔ یہ سزا کوئی لازمی اور دائمی سزا نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی تنبیہی سزا ہے جو مسلم سوسائٹی کے اولوالامر اور اربابِ حل وعقد کی صواب دید اور اجتہاد کے تابع ہوتی ہے جبکہ وہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کا دماغ درست کرنے کے لئے اس کی ضرورت محسوس کریں۔ نیز اولوالامر کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وُہ حسبِ مصلحت وضرورت ایسے لوگوں کو جسمانی قید وبند کی سزا بھی دیں۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اسلام سرکش مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف، جبکہ انہوں نے کوئی جتھا بنا لیا ہو، تلوار سونتنے اور اعلانِ جنگ کرنے کو بھی جائز کرتا ہے۔ چنانچہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف باقاعدہ جنگ کی تھی۔ اس موقع پر آپؓ نے یہ مشہور کلمات فرمائے تھے، واللہ لاقاتلن من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال، واللہ لئن منعونی عقالا کانوا یؤدونہ لرسول اللہ لقاتلتہم علیہ (خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی راہ میں انہوں نے مجھے ایک عقال بھی نہ دی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر اُن سے جنگ کروں گا۔)

علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں کہ "زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق حکم یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ لی جائے، قطع نظر اس سے کہ وہ دینا چاہے یا نہ۔ کیونکہ اگر وہ زکوٰۃ نہیں دے رہا تو گویا وہ اسلامی نظام کے خلاف برسرِ جنگ ہے، اور اگر وہ سرے سے زکوٰۃ کی فرضیت ہی سے انکار کر رہا ہے تو وہ مرتد ہے، اور اگر وہ اسے چھپا رہا ہے تو وہ ایک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے، لہٰذا اس کو سزا دینا یا مارنا حکومتِ وقت پر واجب ہے۔ یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ لے آئے یا مر کر ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار کا مستحق بن جائے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی کسی منکر کا ارتکاب ہوتا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیکھے تو اگر اس میں طاقت ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔ پس چونکہ زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا بھی ایک منکر ہے اس لئے اسے روکنا ہر صاحبِ قوت و اقتدار پر فرض ہے۔"

زکوٰۃ کی اہمیت: مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ زکوٰۃ کس اونچے درجے کا واجب ہے۔ یہ کوئی معمولی واجب نہیں بلکہ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں واضح کر چکے ہیں یہ اُن پانچ ستونوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور یہ معلوم ہے کہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے۔ اسے ہر خاص و عام نے نقل کیا ہے اور اس کی فرضیت دلیل کی محتاج نہیں کیونکہ یہ آیاتِ قرآنی بہ کثرت سُنّتِ نبویؐ سے بالتواتر اور ساری اُمّت کے اسلاف و اخلاف سے بالاجماع قطعی طور پر ثابت ہے۔

بعض محقّق علماء کا کہنا ہے کہ عقلِ انسانی بھی زکوٰۃ کی فرضیت پر اسی طرح دلالت کرتی ہے جس طرح کہ قرآن و سُنّت اور اجماعِ امّت کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:-

(۱) زکوٰۃ ادا کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ کمزور کی اعانت ہو، بے زر کی مدد کی جائے، اور یہ کسی عاجز اور درماندہ شخص کو اس پر قادر کر دے کہ وہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ چیزوں یعنی توحید اور عبادات کو ادا کر سکے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ کسی فرض چیز کو ادا کرنے کا ذریعہ بھی فرض ہوتا ہے۔

(۲) زکوٰۃ اس شخص کو گناہوں کی نجاستوں سے پاک کر دیتی ہے جو اسے ادا کرتا ہے اور اس کے اخلاق کو پاکیزہ کر کے اس میں جود و کرم اور ترکِ حرص و آز کی خوبیاں پیدا کر دیتی ہے۔ وہ دل جو فطرتاً مال و دولت کا حریص ہوتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے فیاضی اور سخاوت کا عادی بن جاتا ہے اور امانتوں کے ادا کرنے اور مستحق لوگوں تک ان کے حقوق پہنچانے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ سب چیزیں شامل ہیں۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ-۱۰۳)
"ان کے مالوں میں سے ایک مقدار صدقہ کی وصول کر کے اُن کو پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو۔"

(۳) اللہ تعالیٰ نے اہلِ ثروت کو دولتمند بنا کر ان پر اپنا انعام کیا ہے اور مختلف نعمتیں اور ان کی اصلی ضروریات سے زاید مال دے کر انہیں خاص طور پر فضیلت بخشی ہے۔ وہ ناز و نعمت میں بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاندار زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور نعمت کا شکر ادا کرنا عقلی اور شرعی دونوں اعتبار سے فرض ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا ایک طرح کا شکرانِ نعمت ہے لہٰذا فرض ہے۔

اسلام کے احکام وضوابط میں فریضۂ زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کے پیشِ نظر ہی علماء نے کہا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اور اس کے وجوب کا انکار کرے وہ کافر ہے اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کمان سے تیر۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں "جو شخص بر بنائے جہالت زکوٰۃ کے وجوب کا منکر ہو، اس کی لاعلمی کا سبب خواہ یہ ہو کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہے یا وہ شہروں سے دور کہیں جنگلوں میں پلا بڑھا ہو، بعد میں اسے زکوٰۃ کے وجوب کا پتا چلے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ معذور ہے لیکن اگر زکوٰۃ کے وجوب کا منکر مسلمان ہو اور کسی اسلامی ملک میں اہلِ علم کے درمیان رہتا ہو تو وہ مرتد ہو گا۔ اس پر مرتدین کے سے احکام لاگو ہوں گے۔ اسے تین مرتبہ توبہ کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وجوبِ زکوٰۃ کے دلائل قرآن وسنّت اور اجماعِ امّت سے بالکل واضح ہیں جس شخص کا حال یہ ہو کہ اسلامی ملک میں اہلِ علم کے درمیان رہتا ہو اس سے قرآن وسنّت کے یہ دلائل مخفی نہیں رہ سکتے۔ اگر وہ وجوبِ زکوٰۃ سے انکار کرتا ہے تو وہ کتاب وسنّت کی تکذیب کرتا ہے اور ان دونوں کی حقانیت سے انکار کرتا ہے[1]۔

زکوٰۃ کا ایک حق مقرر ہے: اسلام میں زکوٰۃ ایک حق ہے یا امیر لوگوں کی گردن پر کمزور اور مستحق طبقوں کا قرضہ ہے۔ یوں وہ ایک مقررہ حق ہے یعنی اس کی شرح اور مقدار مقرر ہے جسے وہ لوگ بھی جانتے ہیں جن پر زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے۔ اس حق کو مقرر کرنے والی وہ ذات ہے جس نے اپنے پرہیزگار اور نیکوکار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے: وَفِيْٓ اَمْوَالِـهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (ان کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے) اور ایک دوسری سورۃ میں جنت میں عزت وتکریم کے

---

[1] المغنی جلد ۲۔ طبع ثالث المنار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مستحق نیک بندوں کے بارے میں فرمانِ خداوندی ہے: وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (وہ لوگ کہ جن کے مالوں میں سائل اور نادار کا ایک معلوم اور مقرر حق ہے۔

اس حق کا تقرر و تعین کوئی تعجب خیز نہیں جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مال پر انسان کی ملکیت کی حقیقت کیا ہے۔ اسلام کے اس نظریے کو نظریۂ استخلاف کہتے ہیں جس پر قرآنِ مجید کی مندرجۂ ذیل آیت اور اس طرح کی دوسری بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں:

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ۔ (الحدید ۷) اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں ہم نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان مال کا حقیقی مالک نہیں ہے۔ وہ تو مال کے حقیقی مالک، خالق اور رازق کی طرف سے مال کا امانت دار ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس خالق و رازق کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے اور اس حق کو مان لے جو مال کے حقیقی مالک نے تھوڑا یا زیادہ مقرر کیا ہے۔

جب زکوٰۃ ایک مقررہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فقراء، مساکین اور دیگر مستحق لوگوں کے لئے معاشرے کے اہلِ ثروت پر واجب قرار دیا ہے تو پھر یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد ساقط نہ کیا جائے بلکہ اسے ادا کیا جائے اور اس کو مستحقین تک پہنچایا جائے۔ اس ضمن میں امام ابنِ حزم فرماتے ہیں، "جس کے مال میں دو یا اس سے زائد زکوٰتیں جمع ہو گئی ہوں اور وہ زندہ ہو تو جتنی زکوٰۃ اس پر ہر سال واجب ہوئی تھی، اس حساب سے سارے سالوں کی زکوٰۃ اس سے وصول کی جائے گی خواہ زکوٰۃ کی عدمِ ادائیگی کا سبب یہ ہو کہ اس نے اپنا مال چھپا لیا ہو، یا حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا اہل کار اس کے پاس نہ پہنچا ہو یا بر بنائے لاعلمی زکوٰۃ کی عدمِ ادائیگی کا مرتکب ہو گیا ہو۔ یہ زکوٰۃ نقدی، کھیتی باڑی اور ڈھور ڈنگر سب پر پڑے گی خواہ اس کے سارے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ، یا زکوٰۃ کی وصولی کے مطابق اس کا مال نصاب سے کم ہو جائے اور قرض خواہ کچھ نہیں لیں گے جب تک کہ پوری زکوٰۃ ادا نہ کر دی جائے۔"[۱]

---

[۱] محلّیٰ ابنِ حزم، جلد ۶، ص ۸۷

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حکومتیں جو ٹیکس وصول کرتی ہیں وہ اگر کافی مدت تک ادا نہ کیا جائے تو ساقط ہو جاتا ہے یا اگر اس پر چند سال گزر جائیں تو وہ کم یا زیادہ ہو جاتا ہے۔ مگر زکوٰۃ مسلمان پر ایک قرض کی طرح باقی رہتی ہے۔ وہ جب تک اسے ادا نہ کر دے اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا اسلام اور ایمان صحیح و صادق نہیں ہو سکتا اور وہ جیسا کہ علامہ ابن حزم کا خیال ہے اپنی بہت سی خصوصیات کی وجہ سے دوسرے سارے قرضوں سے ممتاز و مقدم ہے۔ وہ اللہ کا حق ہے، محتاج کا حق ہے اور ساری سوسائٹی کا حق ہے۔

اسی طرح کسی مال دار کے مر جانے سے اس کے مال پر سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہو جاتی اور باوجود اس کے کہ اس نے وصیت نہ کی ہو، زکوٰۃ اس کے ترکے سے نکال لی جائے گی۔ عطاء، حسن، زہری، قتادہ، مالک، شافعی، احمد، اسحٰق، ابو ثور اور ابن منذر اسی کے قائل ہیں۔ یہ بات ہے بھی صحیح کیونکہ اس فرمانِ خداوندی سے یہ مطابقت رکھتی ہے جو مواریث کے بارے میں قرآنِ مجید میں وارد ہے:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ (النساء: ۱۲) وراثت اس وقت تقسیم کی جائے گی جب کہ وصیت جو کی گئی وہ پوری کر دی جائے۔ اور قرض جو میّت کے ذمّہ ہو ادا کر دیا جائے۔ اس فرمانِ خداوندی میں سب قرضے شامل ہیں۔ اور زکوٰۃ، علامہ ابن حزم کے بقول ایک قسم کا قرضہ ہے جو نصِّ قرآنی کے مطابق اللہ، مساکین، فقراء اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ذمّے کوئی تاوان ہو۔ علامہ ابن حزم نے زکوٰۃ کے قرض کو دوسرے سارے قرضوں سے مقدّم رکھنے میں مسلم کی مندرجۂ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: "ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں مر گئی ہے درآنحالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے واجب تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے یہ قرض ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا "اگر تمہاری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟" اس نے کہا "ہاں!" تو آپؐ نے فرمایا "اللہ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

اس سے واضح ہوا کہ مکلّفِ زکوٰۃ کی موت زکوٰۃ کو اس سے ساقط نہیں کر دیتی اگرچہ اس کی موت اس طرح ہوئی ہو کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہو کر شہید ہو گیا ہو۔ مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرض کے سوا شہید کے سب گناہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے قرض کی ادائیگی میں دیر کرتا جائے حتیٰ کہ وہ راہِ خدا میں شہید ہو جائے تو ابن تیمیہؒ وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زکوٰۃ سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں زکوٰۃ ایک ثابت شدہ حق ہے جو ایک عرصہ تک ادا نہ کیا جائے یا جس پر اس کا ادا کرنا فرض ہوا سے موت آجائے تو یہ حق ساقط نہیں ہوگا بلکہ یہ مرنے والے کے ترکے سے وصول کر لی جائے گی اور یہ حق دوسرے ہر حق یا قرض پر مقدم سمجھا جائے گا' یوں اسلام دورِ حاضر کے قوانین در بارۂ ٹیکس سے سبقت لے گیا ہے جو خزانۂ عامرہ کو مقروض کے مال پر ایک خاص اختیار دیتے ہیں۔ جو اسے دوسرے قرض خواہوں پر مقدم رکھتا ہے اور جس کی رُو سے اگر مقروض اپنے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنے کی کوشش کرے تو خزانۂ عامرہ اس میں اپنی مرضی سے کام لے سکتا ہے۔

اشتراکی طریقِ کار اور زکوٰۃ کا فرق: اسلام کے مطابق زکوٰۃ کی ماہیت و مزاج یہ ہے کہ وہ ایک "حقِ معلوم" ہے اور جس ذات نے اس حق کو متعین و مقرر فرمایا ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ہے جو انسان کا پیدا کرنے والا اور مال کا عطا کرنے والا ہے۔ جب اشتراکیت کے علمبردار فقر و فاقہ کے مسئلے کو اٹھاتے ہیں اور وہ حدِ اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں اور فساد و فتنہ برپا کرتے ہیں۔ وہ غریب سے کہتے ہیں کہ "تجھے لوٹ لیا گیا ہے اور تجھے لوٹنے والا امیر ہے۔" پھر وہ غریب کو دولت کا لالچ دے کر بھڑکاتے ہیں اور فساد برپا کر کے امیروں کا سارا مال چھین لیتے ہیں۔ حالانکہ امرِ واقع یہ ہے کہ ہر غریب ایسا نہیں جسے لوٹ لیا گیا ہے اور ہر امیر لٹیرا یا چور نہیں، اور ہر فقیر کا قصور امیر کے ذمے نہیں ڈالا جا سکتا۔ غریبوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی غربت کے خود ذمہ دار ہیں اور کچھ وہ ہیں جن تک اعتدال پسندوں کے نظریات پہنچے ہیں اور وہ بقول ڈاکٹر ابراہیم سلامہ اسلامی اصولوں اور قوانین کے تقریباً نزدیک آگئے ہیں مگر ابھی ان تک پہنچے نہیں ہیں[1]۔

---

[1] دین و اخلاق از ڈاکٹر محمد ابراہیم سلامہ۔ باب انفرادی و اجتماعی اخلاق۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اشتراکیت کے علمبردار کہتے ہیں: "امیر اور غریب کے مابین ایک تخمینی معاہدہ (APPROXIMATE CONTRACT) ہوتا ہے۔ وہ کسی کاغذ کے پرزے پر لکھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اشیاء کی ماہیت میں لکھا ہوتا ہے۔ غریب آدمی کام کرتا ہے اور امیر آدمی کماتا ہے۔ امیر کی کمائی غریب کے کام کی وجہ سے ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح متعلق ہیں جس طرح سرمایہ اور محنت لازم و ملزوم ہیں اور جب نظامِ اجتماعی ایسا ہو کہ اس میں غریب اور امیر کے درمیان اتنا عظیم فرق و امتیاز ہو تو چونکہ امیر کے ذمے غریب کا ایک قسم کا قرض ہوتا ہے اور وہ اپنے مقروض کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔"

بادی النظر میں اس نظریے میں کچھ باتیں درست بھی معلوم ہوتی ہیں مگر درحقیقت یہ نظریہ گمراہ کن اور غریب کے سینے میں امیر کے خلاف غیظ و غضب کی آگ بھڑکانے والا ہے اور اس میں امیر کے لئے یہ دھمکی موجود ہے کہ اس فرضی معاہدے کے نام پر اس کا مال بزورلے لیا جائے گا۔ اسلام کے نقطۂ نظر اور اس ظن و تخمین پر مبنی غیر اسلامی نظریے کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نقطۂ نظر حقیقت اور انصاف پر مبنی ہے اور یہ دوسرا نقطۂ نظر غصے اور بے اعتدالی پر۔

اسلامی نظریہ میں غریب کا حق اس حد تک مقرر و ثابت ہے کہ اسے "حق" کہا گیا ہے معاہدہ نہیں کہا گیا۔ اسلام میں یہ حق "معلوم" ہے، غیر معلوم اور فرضی نہیں ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کو حقوق اللہ میں سے بھی ایک حق قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ ایک انسان کا اپنے بھائی پر حق ہے۔ اللہ کا حق یہ اس بنا پر ہے کہ وہ انسان کا پیدا کرنے والا اور اس کا روزی رساں ہے، مال و دولت کا آفرینندہ اور عطا کنندہ ہے، اسی کے حکم سے کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کر رہی ہے، اسی لئے انسان پر اس کا شکر واجب ہے اور اللہ نے خود اس کی یہ شکل مقرر کی ہے کہ اس کا خوشحال بندہ اس کے حاجتمند کی مدد کرے اور انسان کا حق یہ اس بنا پر ہے کہ امیر اور غریب انسانیت یا عقیدے یا انسانیت اور عقیدے دونوں میں باہم گرم بھائی بھائی ہیں اس لئے غریب اور حاجتمند آدمی کا اپنے خوشحال بھائی کے مال میں لازماً ایک حق ہے جسے اس کو ادا کرنا چاہیئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں کہ دولتمند کے مال کے ساتھ فقیرِ بے نوا کے حق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا کیا تعلق ہے اور کیوں، جو کچھ فرمایا ہے، بہتر ہو گا اگر اس کا ذکر یہاں کر دیا جائے۔

"پہلی بات یہ ہے کہ کسی انسان کو اگر بقدرِ ضرورت مال مل جائے تو وہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اسے اپنے قبضے میں رکھے، کیونکہ دوسرے ضرورت مندوں کی طرح اسے بھی مال کی ضرورت ہے اور اس صورت میں صاحبِ مال کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔ البتہ جب مال اس کی ضرورت سے زائد ہو اور کوئی دوسرا حاجتمند انسان بھی موجود ہو، تو یہاں دو اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ جہاں تک مال کے مالک کا تعلق ہے اس نے حصولِ مال میں چونکہ محنت و کوشش کی ہے اس لئے اس کا اپنے مال کے ساتھ ایک دلی تعلق ہے اور جہاں تک غریب و محتاج کا تعلق ہے، اسے چونکہ مال کی ضرورت ہے اس لئے وہ بھی مال کے ساتھ ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ دو متضاد اسباب اکٹھے ہو جائیں تو پھر حکمتِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں اسباب میں ہر سبب کا امکان بھر لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ مالک کو چونکہ اپنے مال پر حقِ اکتساب اور دلی تعلق کا حق حاصل ہے اور فقیرِ بے نوا کو صرف حقِ احتیاج، لہٰذا ہم مالک کے حق کو اس حد تک ترجیح دیں گے کہ اسے مال کے بیشتر حصے پر قابض رہنے دیں گے اور غریب کو اس میں سے ایک حصہ دلوائیں گے تاکہ دونوں کو تاحدِ امکان مطمئن کیا جا سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مالدار اپنی اصلی ضروریات سے زیادہ مال کو روکے رکھے اور مال جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس سے پورا نہ کیا جائے تو یہ ایک طرح سے اللہ کی حکمتِ تکوینی کو ظہور پذیر ہونے سے روکنے کی کوشش ہو گی جو بالکل جائز نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مال کا ایک حصہ غریبوں کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ یہ حکمتِ الٰہی معطل نہ ہو کر رہ جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فقراء و مساکین اللہ کا کنبہ ہیں اور امراء و اغنیاء اللہ کے خزانچی ہیں کیونکہ ان کے پاس جو مال ہے وہ سب اللہ کا ہے اور یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ کوئی مالک اپنے خزانچی سے کہے کہ میرے خزانے میں سے کچھ مال میرے کنبے کے غرباء و مساکین کو دے دے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زکوٰۃ انصاف کے ساتھ عائد کی گئی:۔ اسلام نے مال پر زکوٰۃ مقرر کرنے میں بڑے عدل و انصاف سے کام لیا ہے۔ اس نے دولتمند کی محنت کا بھی خیال رکھا ہے اور غریب و نادار کے حق کا بھی۔ دولتمند کے ساتھ ناانصافی نہیں کی گئی اور فقیر کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ابنِ قیمؒ اپنی مشہور کتاب زاد المعاد میں "زکوٰۃ کے بارے میں فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں،

"زکوٰۃ کے سلسلہ میں آپ کا طرزِ عمل ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا وقت کے لحاظ سے بھی۔ قدر کے لحاظ سے بھی نصاب کے لحاظ سے بھی اور مصرفِ زکوٰۃ میں بھی۔ اس میں اربابِ اموال اور غرباء و مساکین دونوں کی ضروریات و مصالح کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مال اور صاحبِ مال کے لئے باعثِ طہارت بنایا ہے۔ چنانچہ اسے صرف اغنیاء پر ہی واجب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ زوالِ نعمت سے محفوظ رہتا ہے، بلکہ اس کے مال میں برکت اور افزائش ہوتی ہے اور آفات کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح گویا زکوٰۃ ادا کرنا زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لئے ایک قسم کی حفاظت، فصیل اور قلعہ بن جاتا ہے۔"

زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار فرض ہے۔ نیز اسے پھلوں اور فصلوں کے پکنے اور مکمل ہونے کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے اور یہ سب سے زیادہ منصفانہ قانون ہے کیونکہ ہر ماہ یا ہر جمعہ اسے فرض قرار دینا صاحبِ مال کے لئے ضرر رساں تھا اور عمر بھر صرف ایک بار فرض کرنا مساکین کے حق میں نقصان دہ تھا۔ چنانچہ سال میں ایک بار فرض کرنا فی الحقیقت سب سے زیادہ منصفانہ ہے۔ پھر حصولِ دولت کے لئے صاحبِ دولت کی کوشش و محنت اور کلفت و مشقت کو دیکھ کر زکوٰۃ کی مقدار میں بھی فرق کر دیا گیا۔ چنانچہ ایسی دولت جو کسی شخص کو اچانک جمع شدہ مل جائے جیسے رکاز (دفینہ) تو اس پر خمس (یا پانچواں حصہ) فرض کیا گیا اور اس کے لئے سال کا گزرنا شرط قرار نہیں دیا گیا بلکہ جونہی ایسا خزانہ ملے خمس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ رہے پھل اور فصلیں جن میں انسان کو حصولِ دولت کے لئے اس سے زیادہ محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے۔ اس پر رکاز کا نصف یعنی عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ لگائی گئی کیونکہ زمین کی درستی، آبپاشی، بوائی وغیرہ پر زیادہ محنت و مشقت سے سابقہ پیش آتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ تو ان فصلوں اور باغات کے متعلق ہے جن کی آبیاری قدرتی وسائلِ آبپاشی سے ہوتی ہے اور انسان کو پانی وغیرہ خریدنے اور کنوئیں وغیرہ کھودنے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی۔ مگر جس زمین کی آبیاری کے لئے انسان کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے یعنی وہ اس کی آبیاری نہروں اور نالیوں یا کنوؤں سے کرتا ہے، اس کی پیداوار پر نصف عُشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اور جب مال و دولت کی بڑھوتری کا انحصار صاحبِ مال کی مسلسل محنت و کوشش پر ہو یعنی وہ اس کے لئے کبھی تو سفر کی صعوبتیں برداشت کرے اور کبھی حصولِ زر کے ذرائع (مثلاً دکان، کارخانہ اور دیگر تجارتی ادارے وغیرہ) کے انتظام و انصرام اور نگرانی کی تکلیف اٹھائے تو ایسی صورت میں مال کا رُبع عشر (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے۔

بلاشبہ مؤخر الذکر کام میں فصلوں اور پھلوں کی پیداوار سے زیادہ تکلیف اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے، اور فصلوں اور پھلوں کی پیداوار میں تجارت کی نسبت ترقی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لہذا تجارتی مال کی نسبت فصلوں اور پھلوں پر زیادہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے اور جس زمین کو بارش یا نہروں سے سیراب کیا جائے اس کی نمو اور پیداوار اس زمین سے زیادہ ہوتی ہے جس کو پن چکیوں، کاریزوں پنالیوں وغیرہ سے سیراب کیا جائے۔ اور ایک جگہ جمع شدہ مال یعنی دفینہ مل جائے تو یہ صورت حصولِ زر کی مذکورہ بالا تمام صورتوں سے زیادہ نفع بخش اور آسان ہے۔ پھر چونکہ مال کی ہر مقدار کا مالک اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کی مدد کر سکے اس لئے مال کی ایک خاص مقدار بطور نصاب مقرر کر دی گئی ہے کہ صرف بقدر نصاب مال رکھنے والے ہی پر فریضۂ زکوٰۃ عائد ہو تا کہ اربابِ مال کے ساتھ بھی زیادتی نہ ہو اور فقراء و مساکین کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

پروردگارِ عالم نے صدقات کو خود آٹھ حصوں میں تقسیم فرمایا ہے جو انسانوں کی دو قسموں میں پائے جاتے ہیں۔ پہلے تو وہ لوگ ہیں جو کسی حاجت و ضرورت کے پیشِ نظر صدقہ لیتے ہیں اور حاجت کی شدت و کمی اور کثرت و قلت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں فقراء و مساکین، غلام اور مسافر وغیرہ آتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو منفعت کے لئے لیتے ہیں۔ ان میں زکوٰۃ جمع کرنے والے، مؤلفۃ القلوب اور اصلاحِ ذات البین کے لئے قرض یا تاوان وغیرہ ادا کرنے والے اور راہِ حق کے مجاہد شمار ہوتے ہیں۔ اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

زکوٰۃ وصدقات لینے والا محتاج نہ ہو اور اسے صدقہ دینے میں مسلمانوں کے لئے کوئی منفعت نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں۔

زکوٰۃ کے بارے میں حکومت کی ذمہ داری: زکوٰۃ جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، ایک مقررہ و مسلّم حق ہے۔ یہ خداوندِ عالم کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور یہ ایسا حق نہیں جسے افراد کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کہ ان میں سے جو فرد اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ تو اسے ادا کرے اور جس کا یقین آخرت پر کمزور ہو اور خوفِ الٰہی سے بھی اسے بہرہ کم ترملا ہو، وہ اسے ادا نہ کرے۔ یہ انفرادی احسان نہیں بلکہ ایک اجتماعی انتظام ہے جو حکومت کی زیرِ نگرانی کام کرتا ہے اور ایک سرکاری ادارہ اسے چلاتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے جن پر زکوٰۃ فرض ہے اور ان لوگوں کو بانٹتا ہے جن کے لئے یہ فرض کی گئی ہے۔

قرآنی دلیل: اس پر واضح ترین قرآنی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے کام کی نگرانی کرنے والوں کا اکٹھے اور الگ الگ ذکر فرمایا ہے انہیں عاملین علیہا سے موسوم کیا ہے۔ زکوٰۃ کے مال میں بھی ان کا حصہ رکھ دیا ہے اور انہیں اس بات کا محتاج نہیں رکھا کہ وہ کسی دوسرے ذریعے سے اپنی تنخواہیں لیں تاکہ انہیں معاشی طور پر تحفظ حاصل ہو جائے اور وہ اپنے کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ: ۶۰)	صدقات تو بس فقیروں، مسکینوں اور عاملین کے لئے ہیں جو ان صدقات کے وصول اور تقسیم کرنے پر مقرر ہیں اور ان کے لئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالنی ہے اور گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ اور مسافر کے زادِ راہ میں

(خرچ ہونے چاہئیں) اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتاب اللہ کی اس نصِ صریح کے بعد کسی دلیل اور ڈھیل اور ظن وقیاس کی گنجائش نہیں۔ خاص کر اس کے بعد تو بالکل ہی گنجائش نہیں ہو سکتی جب کہ اس آیت نے مستحقین زکوٰۃ وصدقات کی اقسام اور حد بندی کو "فریضۃ من اللہ" کہہ دیا ہے۔ اب کون ہے جو اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرض کو معطل کرنے کی جرأت کر سکے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ ہی میں زکوٰۃ کے مصارف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ (توبہ ، ۱۰۳)

لے لیجئے ان کے اموال میں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کر دیں ان کو اور صاف کر دیں انہیں اس صدقہ کے ذریعے اور دعا کیجئے ان کے حق میں بلاشک آپ کی دعا ان کے لئے وجہِ تسکین ہے۔

متقدم ومتاخر جمہور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اس آیت میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے اور خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس شخص سے ہے جو بعد میں مسلمانوں کا والی ہو۔

سُنّتِ نبوی: ابن عباسؓ سے مروی جو مشہور حدیث صحیحین وغیرہ میں وارد ہے، اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا "جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر فقراء ومساکین کو دیا جاتا ہے۔ تم اغنیاء کو اس کے ادا کرنے کا حکم دینا۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر دیکھو ان کے عمدہ اور بہترین مال مت لینا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔"

اس حدیث کے جس حصے کو ہم بطور استدلال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اُس فرض شدہ صدقہ (زکوٰۃ) کے بارے میں ہے جو اغنیاء سے لے کر فقرائے امت کو دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک وصول کرنے والا زکوٰۃ وصول کرے اور ایک تقسیم کرنے والا اسے غرباء ومساکین میں تقسیم کرے نہ کہ اسے اس شخص کے اختیار اور صوابدید پر چھوڑ دیا جائے جس پر اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں مذکورہ بالا حدیث کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاکمِ وقت ہی زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے صرف و تقسیم کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ خواہ وہ یہ کام خود کرے یا اپنے کسی نائب کے ذریعے اسے انجام دے، اور جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس سے جبراً وصول کرے۔"

یہ جو کچھ قولی حدیث میں وارد ہے، اس کو سنتِ عملی اور تاریخی حقیقت سے اور بھی تقویت پہنچتی ہے جس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں عمل ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ حاکمِ وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیجے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد خلفائے راشدین زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے نیز چونکہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مالدار تو ہیں مگر ان کو معلوم نہیں کہ ان پر مالدار ہونے کی صورت میں کیا کچھ واجب ہے، اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کنجوس ہوتے ہیں، اس لئے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو ان کے پاس بھیجنا بہت ضروری ہے۔

قوم کے اربابِ اموال پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اس اہم فرض کی ادائیگی میں ان زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے تعاون کریں اور جتنی زکوٰۃ ان پر واجب ہوتی ہو وہ انہیں ادا کردیں اور اموالِ زکوٰۃ میں سے کوئی شے بھی ان سے پوشیدہ نہ رکھیں۔ یہی حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا۔

جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے پاس کچھ سوار آئیں گے جو تمہاری نظر میں ناپسندیدہ ہوں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا کہو اور جو کچھ وہ کرنا چاہیں انہیں کرنے دو۔ اگر وہ عدل و انصاف سے کام لیں گے تو یہ ان کے حق میں اچھا ہوگا اور اگر وہ ظلم و زیادتی سے کام لیں گے تو وہ اپنے کئے کی سزا خود پائیں گے۔ ان کی خوشی اور رضا کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے زکوٰۃ پوری ادا کردی ہے اور انہیں چاہیئے کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب میں آپ کے فرستادے کو زکوٰۃ ادا کردوں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس سے بری الذمہ ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا" ہاں جب تم میرے فرستادے کو زکوٰۃ ادا کر دو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس سے بری الذمہ ہو جاؤ گے اور گناہ کا مستحق وہ ہوگا جو اس میں ردو بدل کریگا"۔

صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ: سہل ابن ابو صالح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا جو نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ گیا تھا۔ میں نے سعد ابنِ ابی وقاص، ابنِ عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا میں اسے خود ہی تقسیم کردوں یا حاکمِ وقت کے حوالے کردوں؟ سب نے مجھے حکم دیا کہ حاکمِ وقت کے حوالے کردو۔ اور کسی نے بھی کوئی مختلف بات نہیں کہی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے ان سے کہا: "یہ حاکمِ وقت جو کچھ کرتا ہے آپ جانتے ہیں (یہ واقعہ بنو امیہ کے عہد کا ہے) تو کیا میں ایسے لوگوں کو اپنی زکوٰۃ دے دوں؟" ان سب نے کہا" ہاں دے دو۔" اس حدیث کو سعید بن منصور نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ" اپنی زکوٰۃ اپنے اولی الامر کے حوالے کردو۔ ان میں سے جو اس کا صحیح استعمال کرے وہ اپنے ہی لئے بہتر کرے گا اور جو اس کا غلط استعمال کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا"۔[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا جو طائف میں ان کی جایداد کا نگران تھا، تم میرے مال کی زکوٰۃ اور صدقات کو کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اس میں سے کچھ صدقہ کر دیتا ہوں اور کچھ حاکمِ وقت کے حوالے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: تمہیں ایسا کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ (یعنی آپ نے اسے منع کیا کہ وہ زکوٰۃ وغیرہ کو خود تقسیم کرے۔ اس نے جواب دیا۔ وہ لوگ جنہیں میں زکوٰۃ دیتا ہوں) اس زکوٰۃ کے مال سے زمین خریدتے ہیں اور عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا" انہیں دے دیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے۔"[2]

---

[1] بیہقی نے اسے صحیح یا حسن سند سے روایت کیا ہے۔ [2] السنن الکبری للبیہقی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فیصلہ کُن فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامی میں اصول یہ ہے کہ مسلمان حکومت یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے کہ وہ زکوٰۃ جمع کرے اور اسے مستحق لوگوں پر خرچ کرے اور امتِ مسلمہ پر فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں حکام سے تعاون کرے تاکہ نظامِ زکوٰۃ قائم ہو، اسلام کی بنیادیں استوار ہوں اور مسلمانوں کا بیت المال مضبوط ہو۔

اس قانون سازی کے مضمرات: کہا جاتا ہے کہ جملہ ادیان میں جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ تو یہ ہے کہ دین وہ ہے جو خوابیدہ دلوں کو بیدار کردے، لوگوں کے سامنے نیکوکاری اور پرہیزگاری کا ایک معیار قائم کردے، پھر یہ کوشش کرے کہ لوگوں میں اللہ سے قرب کا شوق اور اللہ کے عذاب کا خوف دلوں میں پیدا ہوجائے۔ رہا دنیوی معاملات کو چلانا، تو یہ صاحبانِ اقتدار کا کام ہے، دین کا کام نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دوسرے ادیان کے بارے میں تو درست ہوسکتی ہے مگر اسلام کے معاملے میں ہرگز درست نہیں ہے۔ اسلام تو عقیدہ بھی ہے اور نظامِ زندگی بھی، نظامِ اخلاق بھی ہے اور قانون و شریعت بھی۔ قرآن بھی ہے اور سلطان بھی۔ اسلام میں انسان کے دو حصے نہیں کیے گئے کہ ایک حصہ دین کے لئے ہو اور دوسرا دنیا کے لئے۔ انسانی زندگی حصوں میں تقسیم نہیں کی گئی کہ ایک قیصر کا ہو اور دوسرا خدا کا، بلکہ پوری زندگی، مکمل انسان اور ساری کائنات اللہ واحد و قہار کے تابع ہے۔ اسلام ہدایت کا ایک مکمل نظام بن کر آیا ہے جس کے مقاصد میں ساری انسانیت کو توحید کی دعوت دینے اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنے کی تلقین کے ساتھ فرد کی آزادی اور عزت، سارے معاشرے کی خوش حالی اور قوموں اور حکومتوں کو سچائی اور بھلائی کی طرف متوجہ کرنا بھی شامل ہے۔ ہدایت کے اس مکمل نظام میں ایک شق زکوٰۃ کی بھی ہے جسے ادا کرنا اگرچہ فرد پر فرض ہے مگر اس کی تنظیم فرد کے فرائض میں نہیں۔ بلکہ اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل کی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام میں زکوٰۃ کا جمع کرنا اور اسے مستحق افرادِ معاشرہ تک پہنچانا حکومت کے سپرد کیا گیا ہے نہ کہ اسے لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیا گیا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں جن سے شریعتِ اسلامی بے اعتنائی نہیں برت سکتی:۔

۱۔ معاشرے میں ایسے افراد بھی ہو سکتے ہیں جن کے ضمیر حُبّ دنیا اور حُبّ ذات کے سبب مردہ ہو گئے ہوں یا انہیں کوئی روحانی بیماری لاحق ہو گئی ہو۔ اگر فقراء و مساکین کے حق کو ایسے لوگوں پر چھوڑ دیا جائے تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ فقراء و مساکین کو ان کا حق لازمی طور پر مل جائے گا۔

۲۔ اگر فقیر اور محتاج شخص بجائے ایک دولت مند آدمی سے لینے کے حکومت سے وصول کرے تو اس کی عزتِ نفس اور آبرو محفوظ رہتی ہے۔ اور اس کے احساسات مجروح نہیں ہوتے۔

۳۔ اگر تقسیمِ زکوٰۃ کے معاملے کو افراد پر چھوڑ دیا جائے تو تقسیم میں بدنظمی پیدا ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اکثر دولت مند ایک ہی فقیر و محتاج کو زکوٰۃ دیتے رہیں اور دوسروں کو نظر انداز کر دیں اور وہ انہیں تقسیمِ زکوٰۃ کے وقت یاد تک نہ آئیں۔ درآنحالیکہ وہ اس فقیر سے زیادہ محتاج ہوں۔

۴۔ زکوٰۃ کا مصرف صرف فقراء و مساکین اور مسافروں تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے بعض مصارف وہ ہیں جن سے عامۃ المسلمین کا مفاد وابستہ ہوتا ہے، جن کا اندازہ افراد نہیں کر سکتے بلکہ مسلمانوں کی جماعت کے اولوالامر اور اہلِ شوریٰ ہی کر سکتے ہیں۔ مثلاً مؤلفۃ القلوب کو دینا، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ساز و سامان تیار کرنا اور دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مبلغین کو تیار کرنا۔

۵۔ اسلام دین بھی ہے اور حکومت بھی۔ قرآن بھی ہے اور سلطان بھی۔ اس سلطان اور حکومت کو بھی مال کی ضرورت ہے جس سے وہ اسلامی نظام قائم کر سکے اور اس سلسلے میں اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے اور اس مال کے حصول کے لئے ذرائع کا ہونا بھی ضروری ہے۔ زکوٰۃ حکومت کے خزانے یا بیت المال کے لئے ایک بڑا اہم اور دائمی ذریعہ آمدنی ہے۔

زکوٰۃ کا بیت المال: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں یہ ایک بنیادی بات ہے کہ زکوٰۃ کے لئے ایک الگ بجٹ بنے اور آمدنی علیحدہ ہو جس میں سے صرف زکوٰۃ ہی کے مصارف پر خرچ کیا جائے۔ یہ خاص انسانی اور اسلامی مصارف ہیں۔ اس مال کو حکومت کے عام بجٹ میں نہیں ملانا چاہیئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جاتا وسیع ہوتا ہے کہ اس میں مختلف منصوبے آتے ہیں اور اس کی آمدنی مصارفِ زکوٰۃ کے سوا دوسرے مصارف میں خرچ ہوتی ہے۔ سورۂ توبہ کی جس آیت میں مصارفِ زکوٰۃ بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا کام کرنے والے اپنی تنخواہیں زکوٰۃ ہی سے لیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا ایک مستقل بجٹ ہو اور زکوٰۃ کے انتظام و انصرام پر اسی میں سے خرچ کیا جائے۔

زمانۂ قدیم سے مسلمان اس آیت سے یہی سمجھتے آئے ہیں۔ انہوں نے حکومتِ اسلامی کے بیت المال کو چار قسموں میں تقسیم کرتے ہوئے زکوٰۃ کا ایک بیت المال مقرر کیا ہے۔

۱۔ زکوٰۃ کا خاص بیت المال جس میں زکوٰۃ کی آمدنی، اس کے جمع کرنے کا انتظام اور حسبِ ضرورت اس کے مصارف پر اسے تقسیم کرنا شامل ہے۔

۲۔ جزیہ و خراج کی آمدنی کا بیت المال۔ جزیہ ایک ایسا مال ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہنے والے غیر مسلموں سے اس شرط پر لیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نفع و نقصان میں ان کے شریک ہوں گے۔ جیسے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور دوسرے صدقات مثلاً صدقۂ فطر، عباداتؔ میں کمی بیشی اور گناہوں کے کفارے وغیرہ لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح غیر مسلموں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ نیز جزیہ لے کر مسلمان حکومت غیر مسلموں کو فوجی سروس میں شرکت کی دعوت دیئے بغیر ان کا دفاع اور ان کی حفاظت کرتی ہے اور خراج ایک قسم کا سالانہ ٹیکس ہے جو کسی رقبۂ زمین پر اس کی طاقت کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوادِ عراق وغیرہ پر لگایا تھا۔

۳۔ غنائم اور رکاز کا بیت المال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکاز وغیرہ زکوٰۃ میں سے نہیں اور اسے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ وہ ان کا بیت المال ہی الگ مقرر کرتے ہیں۔

۴۔ گم شدہ چیزوں کا بیت المال: ان میں وہ مال آتے ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہ چل سکے اور وہ مال بھی آتے ہیں جن کا کوئی وارث نہ ہو۔

04680

یہاں ہم جو کہنے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ رضاکارانہ طور پر کئے گئے احسان یا ان شخصی فرائض میں سے نہیں ہے جنہیں صرف افرادِ معاشرہ کے قلب و ضمیر پر چھوڑ دیا گیا ہو کہ وہ چاہیں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ادا کریں چاہیں تو نہ کریں، بلکہ یہ تو ایک فریضہ ہے جس کی نگرانی اور جس کے جمع کرنے اور پھر مستحق افراد میں تقسیم کرنے کا انتظام حکومت کے ذمّے ہے۔ یہ ایک قسم کی عبادت ہے جس میں ٹیکس کی سی خاصیت ہے، یا ایک قسم کا ٹیکس ہے جس میں عبادت کی روح کارفرما ہے، لہٰذا اس کی حفاظت اور ادائیگی کی نگرانی دو نگران کرتے ہیں۔ ایک خارجی نگران یعنی مسلمان حکومت اور سارا مسلم معاشرہ۔ دوسرا داخلی نگران جو مسلمان کے ضمیر، اس کے ایمان باللہ، رحمتِ حق کی امید اور عذابِ الٰہی کے خوف سے عبارت ہے۔ البتہ جب کوئی الٰہی مسلمان حکومت موجود نہ ہو جو فقراء کے حق کی حفاظت کرنے اور اسے اشرار کے ہاتھوں سے بزور چھین لینے میں خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سا طرزِ عمل اختیار کر سکے تو پھر فقیر اس اسلامی ضمیر کی کفالت میں رہے گا جو خدا سے امیدِ رحمت بھی رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا بھی ہے اور جس کا ایمان اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

مستحقینِ زکوٰۃ کون کون ہیں: قرآنِ مجید میں زکوٰۃ کی آمدنی کے ذرائع کی نسبت اس کے مصارف کو زیادہ قابلِ اعتناء سمجھا گیا ہے کیونکہ مختلف وسائل سے اموال کا جمع کرنا اصحابِ اقتدار کے لئے آسان ہوتا ہے مگر درحقیقت جو بات مشکل ہوتی ہے وہ یہ کہ ان کو صحیح مصارف میں صرف کیا جائے اور انہی لوگوں پر خرچ کیا جائے جو فی الحقیقت ان کے مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے زکوٰۃ کے مصارف کے تعین کو کسی حاکم کی رائے اور خواہش پر نہیں چھوڑا ہے، نہ کسی لالچی کے لالچ پر چھوڑا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ باطل طریقے سے زکوٰۃ کے مستحقین کو اس سے محروم کر دے۔ قرآن مجید نے یہ سب کچھ واضح کر دیا ہے کہ کن کن اشخاص اور کون کونسی جگہوں پر زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے اور ان منافقین کو صاف صاف جواب دیا ہے، جن کی رال زکوٰۃ کا مال دیکھ دیکھ کر ٹپکی پڑتی ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ نے انہیں نظر انداز کر دیا ہے اور ان کی گوناگوں خواہشات کو پورا نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ	اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو الزام دھرتے ہیں آپ
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا	پر صدقات کے معاملہ میں۔ اگر ان کو بھی دیا جائے
مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ (التوبہ: ۵۸)	اس میں سے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کو اس میں سے تو اسی وقت ناراض ہو جاتے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ (توبہ: ۶۰)

صدقات تو بس فقیروں اور مسکینوں اور عاملین کے لئے ہیں جو ان صدقات پر مقرر ہیں اور ان کے لئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالنی ہے اور گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کے قرضہ اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے زادِ راہ میں (خرچ ہونے چاہئیں) فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

سُنن ابی داوٗد کی روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے صدقات میں سے کچھ دیجئے۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے صدقے کے بارے میں کسی نبی یا کسی اور کا کوئی حکم چلنے کو پسند نہیں کیا بلکہ وہ خود اس کے بارے میں حاکمانہ اختیارات رکھتا ہے چنانچہ اس نے صدقات کے مصارف کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اگر تم بھی ان حصوں میں سے ہوتے تو میں تمہیں تمہارا حق دے دیتا۔"

زکوٰۃ و صدقات کے ان ہشت گانہ مصارف میں سے ہمارا موضوع بحث فقراء و مساکین ہیں۔ یہ دونوں ان مصارف میں سے پہلا مصرف ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا ہے۔ فقیر اور مسکین کے معنی و مفہوم اور ان کے باہمی فرق کو متعین کرنے میں اور اس بات میں کہ دونوں میں سے کون زیادہ بدحال ہے۔ فقہاء اور مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ اختلاف زکوٰۃ کے باب میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ اس بات پر سب علمائے امت متفق ہیں کہ یہ دونوں (فقیر اور مسکین) ایک ہی گروہ کی دو قسمیں ہیں اور وہ ہے اہلِ ضرورت اور صاحبِ احتیاج افراد کا گروہ۔ تاہم فقیر اس محتاج کو کہتے ہیں جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو لوگوں کے پاس جا جا کر ان سے کچھ مانگتا ہے اور جمہور فقہاء کی یہ رائے ہے کہ فقیر مسکین کی نسبت زیادہ بدحال ہوتا ہے۔ بعض فقہاء نے فقیر اور مسکین کی حد بندی

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یوں کی ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یا اگر ہو تو وہ اس کی اپنی اور اس کے کنبہ کی ضرورت سے آدھا ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورت سے آدھا یا اس سے کچھ زیادہ ہو مگر اتنا نہ ہو کہ اس کی ضرورت کو پورا کر سکے۔

خوددار اور چھپے محتاج زکوٰۃ کے زیادہ حقدار ہیں: اسلامی تعلیمات کے غلط طور پر پیش کیے جانے اور ان کی غلط تعبیر و تطبیق کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہو کہ فقراء و مساکین جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں وہ بیکار رہنے والے اور بھیک مانگنے والے ہیں جنہوں نے بھیک مانگنے کو پیشے کے طور پر اختیار کر رکھا ہے اور بظاہر فقر و مسکنت کا روپ دھارے ہوتے ہیں مسجدوں کے دروازوں پر، بازاروں میں اور ان جگہوں پر جہاں لوگ جمع ہوں، سب آنے جانے والوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں۔ غالباً مسکین کی یہ تصویر اکثر لوگوں کے ذہنوں میں زمانۂ قدیم سے چلی آ رہی ہے حتیٰ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی لوگ فقراء و مساکین سے مراد ایسے ہی لوگ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ لوگوں کو بتاتے رہتے تھے کہ فلاں فلاں افراد حقیقی طور پر ضرورت مند ہیں جو بجا طور پر معاشرے سے اعانت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اگرچہ اکثر لوگ انہیں پہچانتے نہیں ہوتے تھے۔ حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ مسکین وہ نہیں جسے ایک کھجور یا دو کھجوریں اور ایک لقمہ یا دو لقمے دے دیئے جائیں تو وہ چلتا بنے بلکہ مسکین تو وہ ہے جو خوددار ہو اور تم چاہو تو کہہ لو، کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر نہ مانگتا ہو۔

یہ وصف ان مہاجر فقراء کا تھا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہو کر رہ گئے تھے اور ان کے پاس نہ تو اتنا مال تھا اور نہ کوئی کاروبار کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں اور وہ دوسروں کے محتاج نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ وصف اور شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ، تَعْرِفُهُمْ
بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

(البقرہ: ۲۷۳)

خاص طور پر صدقات کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسبِ معاش کے لئے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری کو دیکھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنا واقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔

تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت

پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں

کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو ہدایت فرمائی ہے اس کے مطابق مدد و اعانت کے یہ لوگ زیادہ حقدار ہیں جن کا آیت محوّلہ بالا میں ذکر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے ارد گرد گھومتا پھرے اور ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک کھجور یا دو کھجوریں اسے لوٹا دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔" یہی وہ مسکین ہے جو باوجود اس کے کہ لوگ اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھتے ہوں اور اسے پہچانتے بھی نہ ہوں، مدد و اعانت کا مستحق ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول کرائی ہے۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو گھر والے ہیں، خوددار گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان پر تنگی کا وقت آگیا ہے یا عاجزی اور درماندگی انہیں لے بیٹھی ہے یا ان کے مال میں قلت اور عیال میں کثرت ہوگئی ہے یا کام کاج اور محنت مزدوری سے انہیں اتنی آمدنی نہیں ہوتی کہ ان کی جائز ضروریات کو پورا کر سکے۔

امام حسن بصریؒ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کا مکان بھی ہو اور ایک خادم بھی کیا وہ زکوٰۃ لے لے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اگر وہ ضرورت مند ہو تو لے لے، کوئی حرج نہیں[1]

امام احمد بن حنبل سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر اس کی کوئی غیر منقولہ ملکیت ہو جس سے اسے آمدنی ہوتی ہو یا دس ہزار درہم یا اس سے کم و بیش کی کوئی جائیداد ہو مگر اس کی آمدنی سے اس کی ضروریات

---

[1] الاموال لابی عبید ص ۵۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پوری نہ ہوتی ہوں تو کیا وہ زکوٰۃ لے لے؟ آپ نے فرمایا: "وہ زکوٰۃ میں سے کچھ نہ لے سکتا ہے۔"[1]

شوافع کا کہنا ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہو مگر اس کی آمدنی اس کی ضرورت سے کم رہ جاتی ہو تو وہ فقراء و مساکین کے زمرے میں آئے گا اور اسے زکوٰۃ میں سے اتنا مال دیا جائے گا کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے اور اس بات کا وہ مکلف نہیں کہ جائیداد بیچ دے۔[2]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس زکوٰۃ کے نصاب یا اس سے زیادہ دولت ہو اور موزوں و مناسب گھر اور خادم بھی ہو تو کثرتِ عیال کی وجہ سے اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔[3]

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جائے جس کے پاس رہنے کے لئے جگہ ہو، گھر میں ضرورت کی ہر چیز، خادم، گھوڑا، اسلحہ، تن کے کپڑے وغیرہ موجود ہوں، اور اگر وہ اہلِ علم میں سے ہو تو کتابیں بھی موجود ہوں، پھر بھی اس کو زکوٰۃ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ: "جو گھوڑا، ہتھیار، خادم اور مکان کی شکل میں دس ہزار درہموں کا مالک ہوتا تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اسے بھی زکوٰۃ دے دیا کرتے تھے۔" اس لئے کہ یہ چیزیں تو انسان کی وہ لازمی ضروریات ہیں جن کے بغیر چارہ نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ کے استحقاق کے معاملے میں ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔[4]

معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف اس نادار اور محتاج کے لئے نہیں ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یا وہ کسی شے کا مالک نہ ہو بلکہ اس شخص کو بھی دی جا سکتی ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ کسی حد تک اس کی ضرورت پوری ہو سکے مگر اتنا نہ ہو کہ اس سے اس کی تمام ضروریات پوری ہو جائیں۔

کمانے پر قدرت رکھنے والے کے لئے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں، جب زکوٰۃ و صدقات کے استحقاق

---

[1] المغنی مع الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۲۵ [2] المجموع: ج ۶ ص ۱۹۲

[3] شرح الخرشی العدوی علی خلیل، ج ۲، ص ۲۰۸ [4] بدائع الصنائع للکاسانی ج ۲ صفحہ ۴۸ [5] بخاری اور الترغیب والترہیب از منذری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا دارو مدار ضرورت ـــــ فرد کی اپنی اور اس کے کنبے کی ضروریاتِ زندگی ـــــ پر ہے تو پھر کیا اگر کوئی بیکار آدمی سوسائٹی پر بوجھ بن کر صدقات و خیرات کے سہارے زندگی بسر کر رہا ہو درآنحالیکہ وہ تندرست و توانا ہو اور کمانے پر قدرت رکھتا ہو اور کوئی کام یا کاروبار کر کے اپنے آپ کو دوسروں کی مدد سے بے نیاز کر سکتا ہو، تو اسے زکوٰۃ دی جائے گی؟ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ زکوٰۃ بے کاری کی ترغیب دینے والی اور کسل مند اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنے والی ہے مگر اسلام کے اصول کچھ اور فیصلے دیتے ہیں۔ کام کرنے کی قدرت رکھنے والے ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ کام کرے، اپنے کام میں ترقی کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور اپنے ہاتھ کی محنت اور پیشانی کے پسینے سے روزی کما کر اپنی ضروریات پوری کرے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ "کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا"[1] یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری وضاحت و صراحت سے فرمایا ہے کہ "صدقہ وغیرہ کسی مالدار، طاقت ور اور سلیم الاعضاء شخص کے لئے جائز نہیں"[2]۔ جسمانی قدرت اور جسمانی طاقت بالکل بے معنی ہے جب تک ان سے کام لے کر رزق و روزی نہ کمائی جائے کیونکہ قوت بغیر کام کے ننگے کو کپڑا نہیں پہنا سکتی اور بھوکے کو کھانا نہیں کھلا سکتی البتہ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اگر کسی محنت مزدوری والے کو کوئی کام نہ ملے تو اس کے لئے زکوٰۃ جائز ہے کیونکہ وہ عاجز ہے[3]۔"

اوپر جو حدیث مذکور ہوئی ہے اس میں صرف طاقتور اور سلیم الاعضاء کے الفاظ پر اکتفا کیا گیا ہے مگر ایک اور حدیث میں طاقت کے ساتھ اکتساب (محنت مزدوری کرنا) کا بھی اضافہ کیا گیا ہے چنانچہ عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے انہیں بتایا کہ وہ صدقہ وغیرہ مانگنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں دیکھا کہ وہ دونوں تندرست و توانا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دے دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھو کہ مالدار، طاقت ور اور

---

[1] بخاری اور الترغیب والترہیب از منذری [2] ترمذی [3] المجموع ج ۲ ص ۱۹۱

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محنت مزدوری کر سکنے والے کے لئے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "اگر تم چاہو" کے الفاظ اس لئے استعمال فرماتے تھے کہ آپؐ ان کے اندرونی حالات سے واقف نہیں تھے ہو سکتا ہے کہ وہ بظاہر تو قوی الجثہ اور طاقت ور ہوں مگر فی الواقع انہیں کوئی کام نہ ملتا ہو، یا ملتا ہو تو اس سے ان کی ضرورت کے مطابق آمدنی نہ ہوتی ہو۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حاکمِ وقت یا صاحبِ مال شخص کو چاہیئے کہ وہ اس زکوٰۃ لینے والے کو وعظ و نصیحت کریں جس کی حقیقتِ حال سے وُہ ناواقف ہوں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اسے بتایئں کہ مالدار اور محنت مزدوری کر سکنے والے کے لئے زکوٰۃ کا لینا جائز نہیں[1]۔ یہاں محنت مزدوری سے مراد یہ ہے کہ محنت مزدوری کر کے حسبِ ضرورت کمایا جا سکتا ہو۔ اگر کوئی شخص محنت مزدوری کرنے کے باوجود حسبِ کفایت نہیں کما سکتا تو وہ زکوٰۃ کا استحقاق رکھتا ہے۔ صرف کسی کام اور کسب سے عاجز ہونا استحقاقِ زکوٰۃ کے لئے کوئی شرط نہیں ہے کہ زکوٰۃ صرف اپاہجوں، مریضوں اور کام کی طاقت نہ رکھنے والوں کے لئے ہی مخصوص ہو۔ بلکہ امام نُووی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ کام کے قابل ہونے کے معاملہ میں قابلِ لحاظ بات یہ بھی ہے کہ آدمی کو کام اس کے شایانِ شان مل رہا ہو ورنہ جو کام اس کے شایانِ شان نہ ہو وہ اگر مل بھی سکتا ہو تو وہ نہ ملنے کے مترادف ہے[2]۔ مثلاً اچھے تعلیم یافتہ آدمی سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم حمالی کا کام تو کر سکتے ہو لہٰذا تم بے روزگار نہیں ہو۔ اور زکوٰۃ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ طاقت ور اور صحیح الاعضاء پر زکوٰۃ حرام ہونے کی جو حدیث اُوپر مذکور ہوئی ہے اس کا اطلاق دراصل اس طاقت ور پر ہوتا ہے جو باوجود اس کے کہ اسے شایانِ شان کام کے مواقع میسّر ہوں بیکاری کو ایک خوشگوار مشغلہ سمجھتا ہو۔

حاصلِ کلام: جو شخص کما کر کھانے کی طاقت رکھتا ہے، شریعت اس سے یہ چاہتی ہے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ خود کفیل ہو سکے۔ اور جو ذاتی کمزوری مثلاً صغرسنی، النسوانیت، ضعیف العقلی، کبرسنی، آفت رسیدگی اور

---

[1] نیل الاوطار، ج ۴، ص ۱۷۰۔ [2] المجموع: ج ۲، ص ۱۹۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی بیماری کی بناء پر کام کرنے سے عاجز ہو، یا اگر کام کر سکتا ہو تو اپنے شایانِ شان کمائی کا کوئی حلال ذریعہ نہ پاتا ہو، یا اگر پاتا ہو تو اس سے آمدنی اتنی تھوڑی ہو کہ اس کو اور اس کے خاندان کو کفالت نہ کر سکے یا کسی حد تک تو کفالت کر سکے مگر پوری طرح کفایت نہ کر سکے، اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اللہ کے دین میں ایسے شخص پر زکوٰۃ لینا کوئی گناہ نہیں۔ یہ تو ہیں اسلام کی وہ روشن تعلیمات جن میں عدل واحسان یا عدل ورحمت دونوں موجود ہیں۔ رہا مادّہ پرستوں کا یہ اصول کہ "جو کام نہیں کرتا وہ کھاتے بھی نہیں" تو یہ اصول غیر فطری، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے۔ ان مادہ پرستوں سے تو جانور اور حیوانات بہتر ہیں جن کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ ان میں سے طاقت ور کمزور کو اٹھاتا ہے اور قدرت وطاقت رکھنے والا عاجز و درماندہ کی حفاظت ونگہداشت کرتا ہے۔ کیا انسان ان چوپایوں کے مرتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا؟

ہمہ وقتی عبادت گزار زکوٰۃ نہ لے: واقعی بہت خوب ہے جو اس ضمن میں فقہائے اسلام نے فرمایا ہے کہ اگر کام کی قدرت رکھنے والا شخص کسبِ حلال کی کوشش چھوڑ کر اپنے آپ کو عبادتِ الٰہی شلاً صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے لئے وقف کر دے تو اسے زکوٰۃ نہ دی جائے کیونکہ اسے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کام کرے اور تلاشِ معاش میں زمین کے اطراف واکناف میں پھرے۔ اسلام میں ترکِ دنیا کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے، نہ عبادت اس لئے ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آدمی بس عبادت ہی کرتا رہے۔ کمانے کے لئے کام کرنا نفلی عبادات سے افضل ہے بشرطیکہ نیت نیک ہو اور حدودُ اللہ کی پابندی کی جائے۔

ہمہ وقتی طالب علم زکوٰۃ لے لے: جب کوئی شخص نفع بخش علم کو حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اور کسبِ حلال اور طلبِ علم ایک ساتھ مشکل ہو تو اسے مالِ زکوٰۃ سے اتنا دے دیا جائے جو اسے اپنی تعلیم مکمل کرنے میں مدد دے سکے اور جس سے اس کی ذاتی اور تعلیمی ضروریات پوری ہو جائیں۔

طالب علم کو اس لئے بھی مالِ زکوٰۃ دینا چاہیئے کہ وہ قوم کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کرتا ہے اور اس کے علم کا نفع اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ ساری قومِ مسلم اس سے نفع اندوز ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کا حق ہے کہ مالِ زکوٰۃ میں سے اس کی مدد کی جائے۔ کیونکہ زکوٰۃ دو شخصوں میں سے ایک کے لئے ہوتی ہے۔ یا اس شخص کے لئے جو مسلمانوں میں سے محتاج و تنگ دست ہو، یا پھر اس شخص کے لئے جس کی خدمات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی مسلمانوں کو ضرورت ہو۔ طالب علم میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

بعض فقہاء نے زکوٰۃ کے مستحق طالب علم کے لئے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ ذہین ہو اور اس سے یہ امید کی جا سکتی ہو کہ وہ علم میں مہارت اور برتری حاصل کرے گا اور امتِ مسلمہ کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ بصورتِ دیگر حسبِ ضرورت تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب وہ کما کر کھانے پر قادر ہو جائے تو زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوگا اور یہ ہے بھی بالکل صحیح بات۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے زکوٰۃ اسی حالت میں صرف کرنی چاہئے جب طالب علم اس کا اہل ہو۔ بلکہ جو طالب علم اچھا محقق بن سکتا ہو تو اسے علمی تحقیقات کی ضرورتیں فراہم کرنے پر بھی زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے۔

زکوٰۃ سے فقیر یا مسکین کو کس قدر دیا جائے: ضروری ہے کہ ہم یہاں اس اہم سوال کا جواب بھی دیں تاکہ ہماری آنکھوں کے سامنے اسلامی زکوٰۃ کی صحیح اور مکمل تصویر آ جائے اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ فقر و تنگ دستی کا مقابلہ کرنے میں زکوٰۃ کیا مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ اس سوال کے جواب کو اہمیت دینے کی وجہ یہ ہے کہ عامۃ الناس، قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فقیر زکوٰۃ میں سے چند درہم، چند لپیں اناج یا چند روٹیاں لیتا ہے اور اپنے لئے سدِ رمق کا سامان کرلیتا ہے یا ان سے چند دن، ایک مہینہ یا دو مہینے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اس کے بعد پھر وہ فاقہ مست اور تہی دست رہتا ہے اور ہمیشہ مدد کے لئے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے۔ یوں زکوٰۃ ان مسکّن گولیوں کے مشابہ ہو جاتی ہے جو ایک محدود عرصہ تک مریض کو آرام پہنچاتی ہیں نہ کہ ان تیر بہدف ادویہ کے مشابہ جو تکالیف اور امراض کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکتی ہیں۔

پہلا مذہب: اس سلسلہ میں فقہاء کے مختلف مذاہب میں سے اسلام کے احکام و نصوص سے قریب تریہ مذہب ہے کہ فقیر کو اتنا دو جو اس کے فقر و فاقہ کے اسباب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور وہ دوبارہ زکوٰۃ کا محتاج نہ ہو۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "المجموع" میں فرماتے ہیں:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فقیر و مسکین کو دیئے جانے والے مالِ زکوٰۃ کی مقدار کیا ہو؟ ہمارے عراقی اور بہ کثرت خراسانی اصحاب کہتے ہیں کہ ان دونوں کو اتنا مال دیا جائے جو انہیں ضرورت و احتیاج سے نکال کر استغناء

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور عدمِ احتیاج سے ہم کنار کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ انہیں اتنا مال دیا جائے جو ہمیشہ کے لئے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کافی ہو" یہ امام شافعیؒ کے الفاظ ہیں اور امام موصوف کے اس قول کے حق میں مذکورۂ بالا اصحاب قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سوال کرنا ضرورت پڑنے پر مال وغیرہ مانگنا، صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ ایک وہ جس پر کوئی دیت یا قرض پڑ گیا ہو اس کے لئے مانگنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ وہ اتنا مال حاصل کر لے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں یا فرمایا کہ قوتِ لایموت حاصل ہو جائے۔ دوسرا وہ جس کو کسی آفتِ ناگہانی نے آگھیرا ہو اور اس کا مال اس آفت کی نذر ہو گیا ہو تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ اتنا مال حاصل کر لے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں یا فرمایا کہ وہ قوتِ لایموت حاصل کر لے۔ تیسرا وہ جس پر فاقہ کشی کی نوبت آگئی ہو اور اس کی قوم میں سے تین دانا آدمی یہ شہادت دیں کہ واقعی اس پر فاقہ کشی کی نوبت آگئی ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ اتنا مال حاصل کر لے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں یا فرمایا کہ قوتِ لایموت حاصل کر لے۔ ان کے سوا کسی قسم کا سوال کرنا اے قبیصہ! حرام ہے۔ جو کوئی اس طرح مانگ کر کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت پوری کرنے کی حد تک سوال کرنے کی اجازت دی ہے، یہ ہماری بات کی ایک دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر سائل عام طور پر کوئی دستکاری کرتا ہو تو اسے اتنا مال دیا جائے کہ وہ اس سے اپنی دستکاری چلا سکے یا آلاتِ دستکاری خرید سکے۔ خواہ ان کی قیمت بہت کم ہو یا بہت زیادہ۔ آلاتِ دستکاری کے لئے دی جانے والی رقم اتنی ہو کہ اس کے نفع سے سائل کی ضروریاتِ زندگی قریب قریب پوری ہو جائیں۔ یہ رقم دست کاریوں کی نوعیت، زمان و مکان اور افراد و اشخاص کے مختلف ہونے کے لحاظ سے گھٹ بڑھ سکتی ہے۔ تاہم ہمارے اصحاب نے متعین طور پر کہہ دیا ہے کہ ایسا سائل جو سبزی ترکاری بیچتا ہو اسے پانچ یا دس درہم دیئے جائیں اور جو جوہری ہو اسے دس ہزار درہم دیئے جائیں کیونکہ اس سے کم رقم لگانے سے اسے حسبِ ضرورت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور جو تاجر، نانبائی، عطار یا صراف ہو تو اسے اپنے پیشے کی نسبت سے دیا جائے اور جو درزی، بڑھئی، دھوبی یا قصاب یا ان کے علاوہ کوئی اور اہلِ صنعت ہو اسے اتنا مال دیا جائے جس سے وہ اپنے کام کے آلات و اوزار خرید سکے۔ اور اگر وہ کاشت کار ہو تو اسے زکوٰۃ کی مد سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ کوئی قطعۂ اراضی خرید کر اس میں کھیتی باڑی کر سکے اور اس کی پیداوار سے ہمیشہ اس کا گزارہ چلتا رہے لیکن اگر سائل کوئی دست کار نہ ہو اور کوئی کام بھی اچھی طرح نہ کر سکتا ہو نہ اسے تجارت کی شد بد ہو اور نہ کسی کسب سے کوئی واقفیت رکھتا ہو تو اسے سال بھر کے لئے کچھ دینے کے بجائے اتنی عمر کے لئے کافی مال دے دیا جائے جتنی عمر کہ عام طور پر سائل کے علاقے میں اس جیسے لوگ پاتے ہیں۔ مثلاً اسے اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ کوئی جائیداد (مکان یا دکان یا زمین وغیرہ) خرید کر کرائے پہ دے دے اور اس کرائے سے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرتا رہے۔

یہ تو تھا امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھی روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے اجازت دی ہے کہ فقیر تجارتی سامان یا صنعتی اوزار وغیرہ کی شکل میں ہمیشہ اپنے گزارے کے لئے کچھ لے سکتا ہے۔ حنبلی مذہب کے چند علماء نے اس روایت کو اختیار کیا ہے[1]۔

یہ باتیں ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ ائمۂ مجتہدین اور فقہائے دینِ متینِ اسلام کے احکام و قواعد کی نصوصِ صریحہ سے استناد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ اور یہ باتیں فقر و فاقہ کو ختم کرنے اور زکوٰۃ دے کر فقیر کو امیر کرنے میں اسلام کے مقاصد کی وضاحت و صراحت میں مہرِ نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پالیسی فقراء و مساکین کے بارے میں اس پُر از حکمت اصول پر مبنی تھی کہ اِذا اعطیتم فاغنوا "جب تم فقیر و مسکین کو کچھ دو تو اسے بے نیاز کر دو"[2]۔ چنانچہ جب آپ کے پاس کوئی مستحق فقیر یا مسکین آتا تو آپ اسے زکوٰۃ دے کر مالدار کر دیتے تھے نہ کہ محض سدِ رمق کے لئے چند ٹکے یا ذرا سنبھالا دینے کے لئے چند درہم دینے پر اکتفا کرتے تھے۔

---

[1] الانصاف ج: ۳، ص ۲۳۸ [2] الاموال لابی عبید ۵۶۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک دفعہ ایک شخص اپنی بدحالی کی شکایت لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے فقر و افلاس سے بچانے کے لئے تین اونٹ عطا کئے۔ اس وقت اونٹ سب سے زیادہ نفع بخش اور نفیس ترین مال سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے صدقات وغیرہ کی تقسیم کرنے والے افسروں سے فرما رکھا تھا کہ مستحق فقرا، ومساکین کو بار بار صدقہ دو اگرچہ ان میں سے کسی ایک کے پاس سو اونٹ ہو جائیں" اور فقراء کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا" میں مستحق فقرا، ومساکین کو بار بار صدقہ دوں گا اگرچہ اس طرح ان میں سے کسی کے پاس سو اونٹ چلے جائیں"[1]

مشہور فقیہ اور جلیل القدر تابعی عطا، فرماتے ہیں: "اگر کوئی شخص مسلمان کے کسی ایک ہی مستحق کنبہ کے اہلِ خانہ کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر ان کے آرام و آسائش کا سامان کر دے تو اس کا یہ عمل میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہوگا"[2]

حضرت امام ابو عبید القاسم بن سلام جو کہ اسلام کی مالی فقہ میں حجت سمجھے جاتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب الاموال میں حضرت عطا رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول کو قابلِ ترجیح فرمایا ہے۔

دوسرا مذہب: مالکیہ، حنابلہ اور بعض دوسرے فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ فقیر اور مسکین کو زکوٰۃ میں سے اتنی رقم دی جائے جس سے ان کا اور ان کے اہل وعیال کا ایک سال تک گزارہ ہو سکے۔ ان اصحاب کی رائے یہ ہے کہ اتنی رقم دینے کی کوئی ضرورت نہیں جو عمر بھر کے لئے کافی ہو۔ اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سال بھر کے گزارے سے کم رقم نہیں دینی چاہیئے۔ ان لوگوں نے گزارے کی حد ایک سال مقرر کر دی ہے کیونکہ عام طور پر اوسطاً جتنی مدت کے گزارے کے لیے رقم یا غلہ وغیرہ جمع کیا جاتا ہے وہ ایک سال ہی ہے۔ چنانچہ صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کی خوراک ذخیرہ کی۔ زکوٰۃ چونکہ سال بہ سال ادا کی جاتی ہے اس لئے عمر بھر کے گزارے کے لئے رقم دینے میں کوئی تک نہیں۔ ہر سال زکوٰۃ کے وسائل سے نئی آمدنی ہو جاتی ہے جو شخص پہلے

---

[1] الاموال ص: ۵۶۵ — [2] الاموال ص: ۵۶۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سال زکوٰۃ کا مستحق تھا وہ اگر پھر مستحق رہے تو پھر ایک سال کے لئے اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ اس مذہب کے قائلین کی رائے میں سال بھر کے گزارے کی رقم کی کوئی حد مقرر نہیں کہ وہ اتنے درہم یا اتنے دینار ہوں بلکہ مستحقِ زکوٰۃ کو سال بھر کا خرچہ دیا جائے گا خواہ وہ کتنی بھی رقم ہو جائے۔ اگر کسی فقیر یا مسکین کا سال بھر کا گزارہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اسے نقدی، زمین وغیرہ یا ڈھور ڈنگر کی صورت میں نصاب سے بھی زیادہ دے دیا جائے تو اسے زکوٰۃ میں سے اتنا دے دینا چاہیئے خواہ وہ اس طرح مال دار بن جائے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ وصول کرتے وقت تو وہ مستحقِ زکوٰۃ فقیر تھا۔[1]

چند اور مصارفِ زکوٰۃ: ہمارے نزدیک یہ بات یقیناً قابلِ تعریف ہو گی اگر علمائے اسلام اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں کہ خورد و نوش اور لباس وغیرہ ہی انسانی ضروریات نہیں ہیں بلکہ انسان کے اندر اور بھی بہت سے جذبات ہیں جو اس سے باصرار اس بات کا مطالبہ کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کی تسکین کی جائے۔ ان میں سے ایک جذبۂ جنس (جبلتِ جنسی) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک کوڑا بنایا ہے جس کی چوٹ انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ زمین کی آبادی اور نسلِ انسانی کی بقا کے سلسلے میں نشائے الٰہی کو پورا کرے۔ اسلام اس جبلت کو بالکل دبا دینے کے حق میں نہیں ہے بلکہ وہ شرعی حدود کے اندر اس کی تسکین کے لئے نکاح کا حکم دیتا ہے۔ اس نے تجرد کی زندگی اور خصی ہو جانے اور جبلتِ جنسی کو دبانے کی ہر صورت سے منع کیا ہے اور جو شخص ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہو اسے نکاح کی تاکید ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج (تم میں سے جو نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے نکاح کرنا چاہیئے کیونکہ یہ نظر اور شہوت کی حفاظت کرتا ہے) پس یہ بات باعثِ تعجب نہیں ہونی چاہیئے کہ اسلام میں ان لوگوں کی مدد کرنا ضروری ہے جو شادی کرنے کے خواہشمند ہوں مگر اس کے اخراجات پورے کرنے سے عاجز ہوں اور یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہونی چاہیئے کہ علماء اس مصرف میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنے پر اکتفا کریں کیونکہ اس کے لئے نظائر موجود ہیں۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت نقل

---

[1] شرح الخرشی علی متن خلیل ج ۲ ص ۲۱۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصی کی شادی کردی اور اس کو ایک ماہ تک بیت المال سے خرچ دیتے رہے۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو حکم دے رکھا تھا جو ان کی طرف سے ہر روز یہ منادی کرتا تھا کہ کہاں ہیں مساکین؟ کہاں ہیں قرضدار؟ کہاں ہیں نکاح والے (جو نکاح کرنا چاہتے ہیں)؟ اور کہاں ہیں یتامیٰ؟ کہ میں ان میں سے ہر ایک کو غنی کردوں۔

اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا "میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کرلیا ہے۔" آپؐ نے دریافت فرمایا: "کتنے مہر پر تو نے اس سے نکاح کیا ہے؟" اس نے کہا "چار اوقیہ پر" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چار اوقیہ پر؟ تم تو سمجھتے ہو کہ اس پہاڑ کے پہلو سے چاندی کاٹ لاؤ گے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہیں دے سکیں۔ مگر ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ ہم تمہیں کسی مہم پر بھیجیں اور تمہیں اس سے کچھ ہاتھ آجائے[1]" یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شادی کے لئے لوگوں کو کچھ دینا اس زمانے میں معروف ومشہور تھا، اسی لئے تو آپؐ نے اس شخص سے یہ نہیں فرمایا کہ اس مقصد کے لئے تم کسی مدد کے مستحق نہیں ہو بلکہ یہ فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہیں دے سکیں اور اس کے ساتھ اسے دوسرا ذریعہ مہیا کرنے کی کوشش کی۔

اسی طرح طلبہ اور اہلِ علم کے لئے علمی کتابیں بھی ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں، بلکہ عام آدمی بھی اگر علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے زکوٰۃ کی مد سے کتابیں مہیا کی جانی چاہئیں۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو عقل ودانش کو مکرم ومعظم سمجھتا ہے، علم حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے، علماء کے مقام کو رفعت عطا کرتا ہے۔ علم کو ایمان کی کلید اور عمل کا رہنما کہتا ہے اور علم کے بغیر ایمان اور عبادت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے: "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ؟ (کیا علم رکھنے والے اور علم سے بے بہرہ لوگ برابر ہیں؟) جاہل اور عالم، جہالت اور علم کے درمیان خطِ

---

[1] نیل الاوطار، ج: ۶ صفحہ ۲۱۶ پر لکھا ہے کہ اوقیہ اس وقت چالیس درہم کے برابر ہوتا تھا اور بھیڑ پانچ یا دس درہم کی ہوتی تھی لہٰذا یہ مقدار اس آدمی کے لئے زیادہ تھی جو شادی کے اخراجات کے لئے مانگنے آیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امتیاز کھینچتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے کہ "وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ"
بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے اور نہ تاریکیاں اور نور برابر ہو سکتے ہیں۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہاں علم سے مراد صرف علمِ دین ہی نہیں بلکہ ہر وہ علم نافع بھی ہے جس کی مسلمانوں کو اپنے دنیاوی معاملات میں ضرورت پیش آتی ہو کیونکہ امام غزالی اور شاطبی وغیرہ نے ایسے نفع بخش علم کو سیکھنا فرضِ کفایہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا یہ امر کوئی باعثِ تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ فقہائے اسلام احکامِ زکوٰۃ کے سلسلے میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے محض حصولِ علم کی خاطر اپنے آپ کو دوسرے سب کاموں سے فارغ کر لیا ہو، اسے زکوٰۃ میں سے کتابوں اور دیگر ضروریاتِ زندگی کے لئے خرچ دے سکتے ہو مگر جو شخص محض عبادت کے لئے فارغ ہو بیٹھا ہو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے، اس لئے کہ اسلام میں عبادات کے لئے اتنی فراغت کی ضرورت نہیں جتنی کہ علم اور اس میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے کے لئے ہے۔ نیز عبادت کا فائدہ صرف عبادت گزار کو ہوگا اور طالبِ علم کے علم کا فائدہ خود اسے بھی ہوگا اور دوسرے تمام لوگوں کو بھی۔[1]

اسلام صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ حاجت مند کے لئے جائز ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مال سے علمی کتابیں بھی خرید لے، دین و دنیا کی بہتری کے لئے جن کی اسے ضرورت ہو۔[2]

کونسا مذہب قابلِ اتباع ہے؟: تقسیمِ زکوٰۃ کے بارے میں فقہِ اسلامی کے مختلف مذاہب میں سے ان دو مذہبوں کو پیش کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا مذہب قابلِ اتباع ہے؟ محتاج و فقیر کو عمر بھر کی ضروریاتِ زندگی ایک دفعہ مہیا کر دینے والا مذہب یا سال بھر کی ضروریات ہر سال مہیا کرنے والا مذہب؟ درحقیقت ان میں سے ہر مذہب اپنے درست ہونے کے دلائل رکھتا ہے خصوصاً اس وقت جب ہم چاہیں کہ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا معاملہ اسلامی حکومت اپنے ہاتھ میں لے دونوں پر حالات کے لحاظ سے عمل کرنا ممکن ہے کیونکہ دونوں کا دائرۂ عمل الگ ہو سکتا ہے۔

---

[1] المجموع ج ۶ ص ۱۹۰ [2] الانصاف فی الفقہ الحنبلی ج ۳، ص ۱۶۵، ۲۱۸

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محتاج و مساکین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم ان ضرورت مندوں پر مشتمل ہے جو کام کر کے اپنی روزی کما سکتے ہیں اور خود اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکتے ہیں، مثلاً کاریگر، دکاندار اور کسان وغیرہ۔ مگر ان کے پاس کام کرنے کے اوزار، تجارت کے لئے سرمایہ، یا زمین اور کاشتکاری اور آبپاشی کے آلات نہیں ہیں۔ ایسے حاجتمندوں کے لئے ضروری ہے کہ انہیں زکوٰۃ میں سے اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ عمر بھر اپنی روزی کما سکیں، اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکیں اور دوبارہ زکوٰۃ کے محتاج نہ ہوں۔ دورِ حاضر میں اس تجویز پر یوں بھی عمل کیا جا سکتا ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے کارخانے اور تجارتی ادارے بنا کر ان محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ملکیت میں دے دیئے جائیں جو کام کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کام اور کسب سے بالکل عاجز ہیں، مثلاً اپاہج، اندھا، پیر فرتوت بیوائیں، بچے وغیرہ۔ ایسے محتاجوں کو سال بھر کی ضروریاتِ زندگی کے لئے ہر سال زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، بلکہ اگر یہ ڈر ہو کہ یک مشت رقم وصول کر کے وہ اسے غیر ضروری کاموں میں صرف کر دیں گے یا خرچ کرنے میں اسراف و تبذیر سے کام لیں گے تو صحیح تر بات یہ ہے کہ انہیں مہینے بھر کی ضروریات کے مطابق ہر ماہ ایک مقررہ رقم دے دی جائے۔ دورِ حاضر میں اس تجویز پر بالکل اس طرح عمل کیا جانا چاہیئے جس طرح ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔

حسنِ اتفاق دیکھئے کہ جب میں تقسیمِ زکوٰۃ کے اس طریقے پر اظہارِ خیال کر چکا تو مجھے بعض کتبِ حنابلہ میں بھی یہی طریقہ مندرج ملا۔ چنانچہ غایۃ المنتہیٰ اور اس کی شرح میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ "اگر کسی شخص کے پاس اتنی جائیداد یا زمین ہو جس سے وہ دس ہزار روپیہ یا اس سے زیادہ کما سکتا ہو اور اتنی آمدنی اس کے لئے ناکافی ہو تو اس کو یہ جائز ہے کہ وہ حسبِ کفایت زکوٰۃ لے لے۔" نقل کر کے کہا گیا ہے کہ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ کسی پیشہ ور کو اپنے پیشے کے آلات کی قیمت دی جائے خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اور تاجر کو حسبِ کفایت سرمایہ دیا جائے اور ان کے علاوہ جو فقیر و مسکین ہوں، انہیں اتنی رقم دی جائے جو اُن کے لیے اور ان کے کنبوں کے لئے سال بھر کو کافی ہو کیونکہ اگلے سال پھر انہیں حسبِ کفایت زکوٰۃ مل جائے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معقول معیارِ زندگی: اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مقصد محتاج اور فقیر کو چند درہم عطا کر دینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ معقول و مناسب معیارِ زندگی قائم کیا جائے جو اس انسان کی انسانیت کے شایانِ شان ہو جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت اور استخلاف فی الارض سے سرفراز فرمایا ہے، اور اس مسلمان کے مناسب حال ہو جو دینِ عدل و احسان سے نسبتِ خاص رکھتا ہے اور جو اس بہترین امت سے منسوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

علامہ ابنِ حزم نے المحلّٰی میں اور امام نوویؒ نے المجموع میں اور بہت سے دوسرے علماء و فقہاء نے کہا ہے کہ کم از کم جس چیز سے انسانی زندگی کا معیار قائم ہوتا ہے یہ ہے کہ انسان کو خورد و نوش کی مناسب ضروریات، گرمیوں اور سردیوں میں پہننے کے لئے الگ الگ کپڑے اور رہائش کے لئے اس کے مناسبِ حال مکان وغیرہ مہیا ہو۔ امام نوویؒ کفایت کی تعریف یوں کرتے ہیں: "جس کے بغیر انسان فقیر ہو جاتا ہے (مسکین نہیں کیونکہ وہ امام موصوف کے نزدیک فقیر کے مقابلے میں خوش حال ہوتا ہے) پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کے پاس حسبِ کفایت ضروریاتِ زندگی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس سامانِ خورد و نوش، پہننے کے لئے کپڑے، رہائش کے لئے مکان اور دیگر مناسبِ حال ضروریات مہیا ہوں جن کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ اور وہ انہیں برتنے میں نہ تو اسراف سے کام لے اور نہ کنجوسی سے۔"

دورِ حاضر میں یہ بھی انسان کی ناگزیر ضروریات میں ہے کہ اس کے بچے احکامِ دین کی تعلیم حاصل کریں اور اپنے وقت کے مروجہ علومِ مفیدہ سے بھی آگاہی حاصل کریں تاکہ وہ جہالت و لاعلمی کے اندھیروں سے نکل سکیں۔ فقہاء نے مسلمان فرد کی اصلی ضروریاتِ زندگی پر بحث کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کی پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اس کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و آگہی کی روشنی کی طرف لایا جائے کیونکہ جہالت ادبی موت اور معنوی ہلاکت ہے۔

دوسری ناگزیر ضرورت یہ ہے کہ اگر وہ یا اس کے کنبے کا کوئی فرد بیمار ہو تو علاج کی سہولتیں میسر ہوں نہ کہ اسے اس حالت میں چھوڑ دیا جائے کہ وہ بیماری میں مبتلا رہ کر آخر جان دے دے۔ یہ تو قتلِ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نفس ہے اور خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اے اللہ کے بندو! اپنے امراض کے لئے دوا دارو کیا کرو کیونکہ جس خدا نے بیماری یا مرض کو پیدا کیا ہے اسی نے دوا کو بھی پیدا کیا ہے[۱]۔ اور فرمانِ خداوندی ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ[۲] (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ اور وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔[۳] (اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تمہارے ساتھ بہت رحم کرنے والا ہے)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه" مسلمان، مسلمان کا بھائی وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔" اگر کوئی مسلمان اپنے والدین کو یا کوئی مسلم معاشرہ کسی فرد کو کسی مرض میں مبتلا چھوڑ دے اور اس کا علاج نہ کرے تو اس نے بلاشبہ اسے بے یار و مددگار چھوڑا اور ذلیل و رسوا کیا۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ کسی شخص کے معیارِ زندگی کی کوئی حتمی اور قطعی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ وہ زمان و مکان، قومی دولت اور قومی آمدنی کی مقدار کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ بعض چیزیں کسی زمانے اور قوم میں تعیشات میں شمار ہوتی ہیں جب کہ وہی چیزیں کسی دوسرے زمانے اور قوم میں احتیاجات سمجھی جاتی ہیں۔

باقاعدہ دائمی اعانت: جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ زکوٰۃ سے اسلام جو مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ فقیر اور کوئی کام نہ کر سکنے والے مسکین اور ان کے کنبوں کے لئے معقول معیارِ زندگی کی ضمانت دی جائے اور اسلام اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں پورے ایک سال کی ضروریاتِ زندگی کے لئے کافی رقم بھی دیتا ہے تو ہمیں اس میں اتنا اضافہ کر لینا چاہیئے کہ زکوٰۃ ایسے مستحق افراد کے لئے ایک قسم کی دائمی اور باقاعدہ اعانت ہے۔ یہاں تک کہ غنا فقر کو، قدرت کا عجز کو اور کسب و ہنر بیکاری کو دور کر دے۔

ابو عبید نے الاموال میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک بدو عورت کسی ایسے آدمی کو تلاش کرتی ہوئی آپ کے

---

[۱] بخاری [۲] سورہ البقرہ، ۱۹۵ [۳] سورۃ النساء ۲۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پاس آئی جس سے بھلائی کی توقع کی جا سکے۔ اور کہنے لگی: "میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بچے بھی ہیں۔ امیر المومنین عمرؓ بن خطاب نے محمد بن مسلمہ کو زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے لئے بھیجا تھا مگر اُس نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ خدا تم پر رحم کرے ذرا میری سفارش تو اس کے پاس کر دو۔" آپؓ نے اپنے خادم یرفاء کو آواز دی اور کہا کہ محمد بن مسلمہ کو بلا کر لاؤ۔ اس عورت نے کہا "اگر تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو تو میرا کام ضرور ہو جائے گا۔" آپؓ نے کہا "انشاء اللہ وہ ابھی کرے گا۔ یرفاء محمد بن مسلمہ کے پاس گیا اور کہنے لگا "خلیفہ تمہیں بلاتے ہیں:" ابنِ مسلمہ آپؓ کے پاس آئے اور کہا "اے امیر المومنین! السلام علیکم!" یہ سن کر وہ عورت کچھ شرمندہ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابنِ مسلمہ سے کہا "بخدا! میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کے لئے منتخب کرتا رہا ہوں جب خدائے عزّ و جل تم سے اس عورت کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟" یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا تو ہم نے اُن کی تصدیق کی اور ان کا کہا مانا اور آپؐ نے احکامِ خداوندی پر پورا پورا عمل کیا اور فقراء و مساکین جو زکوٰۃ وغیرہ کے مستحق تھے، انہیں زکوٰۃ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی روح قبض کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی خلافت کا موقع دیا۔ آپ نے بھی زکوٰۃ کے معاملے میں سنتِ نبویؐ پر پورا پورا عمل کیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی۔ پھر مجھے خلافت کا موقع ملا تو میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کے لئے مقرر کرتا رہا۔ اب اگر میں نے تمہیں بھیجا تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال دونوں کی زکوٰۃ دینا۔ مجھے معلوم نہیں شاید میں تمہیں نہ بھیجوں۔" پھر آپؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا۔ اور اسے کچھ آٹا اور گھی دے کر فرمایا: "یہ لے لو اور ہمیں خیبر کے مقام پر ملنا کیونکہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔" وہ عورت خیبر کے مقام پر آپؓ کے پاس حاضر ہوئی تو آپؓ نے اس کے لئے دو اور اونٹ منگوائے اور فرمایا: "یہ لے لو۔ یہ اتنی دیر تمہارے گزارے کے لئے کافی ہے کہ محمد بن مسلمہ دوبارہ تمہارے ہاں آئے۔ میں نے اسے حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سالِ رواں یا سالِ گزشتہ دونوں کی زکوٰۃ کا حصہ دے۔"

یہ واقعہ اور امیر المومنین عمرؓ اور محمد بن مسلمہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسکین بدو عورت کے درمیان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جو گفتگو ہوئی وہ کس بات پر دلالت کرتی ہے؟

● یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان حکمران کو اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ رہنے والے ہر فرد کے بارے میں اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کا کس قدر احساس ہوتا ہے؟

● اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مسلمان معاشرے کے افراد کو اپنے شایانِ شان زندگی گزارنے کے لیئے اس حق کا کس قدر احساس ہوتا ہے جو انہیں مسلمان حکومت دیتی ہے؟

● اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ معاشرے میں معاشی تحفظ کی عمارت کا بنیادی ستون ہے۔

● اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ایک مستقل اور باقاعدہ اعانت ہے جو اگر کسی مستحق تک نہ پہنچے تو اس کا یہ حق ہے کہ وہ حاکمِ وقت کے پاس شکایت کر کے اپنا حق طلب کرے۔

● اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ مستحق کو اتنا دے دو جو اسے کافی ہو اور مزید سے بے نیاز کر دے۔ چنانچہ پہلے آپؓ نے اس بدو عورت کو آٹے اور گھی سے لدا ہوا ایک اونٹ دیا، پھر دو اونٹ اور دیئے اور کہا یہ اس وقت تک تمہارے گزارے کے لئے ہے جب تک محمد بن مسلمہ تمہارے ہاں آ کر سالِ رواں اور سالِ گذشتہ دونوں کی زکوٰۃ میں سے تمہارا حق تمہیں نہ دے دے۔

● ان سب کے بعد یہ واقعہ اس بات کی بھی واضح شہادت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے طرزِ عمل میں نئے نہیں تھے بلکہ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کے متبع تھے۔

مالِ زکوٰۃ کی تقسیم میں اسلام کی سیاست تقسیمِ زکوٰۃ کے بارے میں اسلام نے جو حکیمانہ اور عادلانہ پالیسی اختیار کی ہے وہ دورِ حاضر جس میں پیش کئے جانے والے نظام ہائے زندگی اور قانون سازیوں کو بعض لوگ جدید بلکہ بالکل جدید سمجھتے ہیں، کے جملہ ترقی یافتہ سیاسی اور مالی نظاموں کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے یہ حقیقت بھی معلومِ عام ہے کہ دورِ جاہلیت اور قرونِ مظلمہ میں یورپ کے اندر کسانوں، صنعت کاروں کاریگروں اور تجارت پیشہ لوگوں سے کس طرح ٹیکس اور محصول وغیرہ وصول کئے جاتے تھے جو لپنے ہاتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی محنت، پیشانی کے پسینے، رات کی بے خوابی اور دن بھر کی مشقت سے اپنی روزی کمانے تھے اور یہ دولت جس میں خونِ مزدور شامل ہوتا تھا کس طرح شہنشاہ، بادشاہ، امیر یا سلطان کے عالیشان دارالحکومت میں پہنچتی تھی اور وہ اسے اپنے تاج و تخت کے استحکام، اپنی شان و شوکت کی نمائش اور اپنے حاشیہ برداروں، ہم نشینوں اور پیروکاروں پر خرچ کرتا تھا۔ اور اگر اپنی ضرورت سے کچھ زاید دولت ہوتی تھی تو دو شہر کی توسیع و آرائش اور اس کے باشندوں کی رضا جوئی کے لئے خرچ کی جاتی تھی اور اگر پھر بھی کچھ دولت بچ جاتی تھی تو وہ ان شہروں کے لئے ہوتی تھی جو اس شہنشاہ یا سلطان کی بارگاہِ عالی سے قریب تر ہوتے تھے، اور وہ ان محنت کش اور مشقت اٹھانے والے اور بارگاہِ عالی سے دور علاقوں کو بالکل درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے تھے جن سے ٹیکسوں اور محصول وغیرہ کی شکل میں یہ دولت حاصل کی جاتی تھی۔

اسلام نے آ کر جب مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو مسلمان حکمرانوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اہلِ ثروت اور ان کے مالوں کو مطہر و مزکّی کرنے کے لئے ان سے زکوٰۃ وصول کریں اور معاشرے کے محتاج و فقیر طبقوں کو فقر کی ذلت اور محتاجی کی پستی سے نجات دلانے کا انتظام کریں، حتٰی کہ سارے مسلم معاشرے میں امدادِ باہمی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائے۔ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے جب زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملینِ زکوٰۃ کو مختلف علاقوں میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجتے وقت یہ حکم دیا کہ ان علاقوں میں دولتمندوں سے زکوٰۃ لے کر انہی علاقوں کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو۔ گزشتہ صفحات میں معاذؓ بن جبل کی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہاں کے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر وہیں کے فقراء کو دے دی جائے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اسی طرح عمل کیا اور اہلِ یمن کی زکوٰۃ وہیں کے مستحق افراد میں تقسیم کر دی بلکہ ہر علاقے کی زکوٰۃ وہیں کے محتاجوں اور مسکینوں میں بانٹ دی اور ان کے نام ایک تحریری پیغام بھیجا کہ جو شخص اپنے خاندانی علاقے سے نقلِ مکانی کر گیا ہو اس کی زکوٰۃ اور عشر اس کے خاندانی علاقے ہی میں صرف کی جائے گی۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُصدّق (صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ جمع

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنے والا) ہمارے ہاں آیا تو اس نے ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ہمارے فقراء میں بانٹ دی۔ میں اُس وقت ایک یتیم لڑکا تھا، اُس نے زکوٰۃ میں سے مجھے ایک اونٹنی دی تھی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک بدوُ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے بہت سے سوالات پوچھے جن میں سے ایک یہ تھا، "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا! کیا آپؐ کو خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ہمارے فقراء میں تقسیم کر دیں؟" آپؐ نے جواب دیا "ہاں!" ابو عبید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی وصیت میں فرمایا: "میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں، یہ وصیت کرتا ہوں ـــ یہ وصیت کرتا ہوں کہ بدوؤں کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ وہی اصل عرب ہیں اور وہی اسلام کا ہیولیٰ ہیں اور ان کی ضرورت سے زاید مال لے کر فقراء کو دے دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اسی پر عمل رہا کہ جہاں سے مال جمع کیا جاتا وہیں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور محصّلین (زکوٰۃ صدقات اور خراج وغیرہ جمع کرنے والے) اس حالت میں مدینہ واپس آتے تھے کہ اُن کے پاس سوائے پالان کے نیچے کے کپڑوں (جن کو وہ اپنے جسموں کے گرد لپیٹ لیتے تھے) اور اپنی لاٹھیوں کے جن پر وہ ٹیک لگاتے تھے، اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت سعیدؒ بن مُسَیّب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب اور بنو سعد بن ذبیان کا محصّل بنا کر بھیجا۔ انہوں نے جو زکوٰۃ و صدقات وغیرہ جمع کئے وہ سب کے سب انہی کے غرباء و فقراء میں تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ جب واپس آئے تو اُن کے پاس وہی بوریا تھا جو وُہ اپنی گردن میں ڈال کر گئے تھے۔ یعلیٰ بن اُمیّہ کے ساتھیوں اور ان لوگوں میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاملِ زکوٰۃ مقرر فرمایا تھا کہ ہم زکوٰۃ و صدقات وغیرہ وصول کرنے نکلتے تھے اور جب لوٹتے تھے تو ہمارے پاس صرف اپنے چابک ہوتے تھے۔ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا یہ طریقہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین نے جاری کیا تھا اسی پر بعد میں آنے والے عدل گستر مسلمان حکمران اور صحابہؓ اور تابعین میں سے وہ فقہاء چلے جو فتویٰ میں امام مانے جاتے تھے۔ چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں اپنے پدر زادے زیاد یا بنو اُمیّہ کے عہد کے اُمراء میں سے کسی امیر کی طرف سے کسی علاقے پر عاملِ زکوٰۃ مقرر کیا گیا۔ جب وہ واپس آئے تو امیر نے کہا "مال کہاں ہے؟"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے کہا کیا مال لانے کے لئے تم نے مجھے بھیجا تھا؟ ہم نے مال وصول کیا جہاں سے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وصول کرتے تھے اور دے دیا جہاں ہم اس وقت دیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ ساری احادیث ثابت کرتی ہیں کہ ہر علاقے کے لوگوں کا اپنے علاقے کے صدقات و زکوٰۃ پر حق مقدم ہے تاوقتیکہ وہ ان کے ضرورت مند نہ رہیں۔ ہمارے خیال میں ان کا حق اس لئے مقدم ہے کہ سنتِ نبویؐ اس کی تائید کرتی ہے، اور وہ لوگ اپنی قوم کے دولت مندوں کے گھروں کے قریب اور ان کی ہمسائگی میں رہنے کی وجہ سے ان سے ایک خاص تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی مصدق (صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے والا) غلطی سے ایک علاقے کی زکوٰۃ دوسرے علاقے میں لے جاتے درآنحالیکہ پہلے علاقے کے رہنے والوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہو تو حاکم وقت اسے واپس کروا سکتا ہے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کیا اور سعید بن جبیرؒ نے فتویٰ دیا۔

امام ابراہیم نخعیؒ اور حسن بصری نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آدمی صدقہ و خیرات دینے میں اپنے قرابتداروں کو ترجیح دے سکتا ہے۔ امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو انسان صرف اپنے خاص مال ہی سے صدقہ وغیرہ دینے میں کر سکتا ہے مگر جو صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ جمہور امت کا حق ہیں اور جن کا وصول کرنا اور تقسیم کرنا حاکمانِ وقت کے ذمہ ہے۔ ان میں کوئی شخص کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔

ان دونوں بزرگوں کی طرح ابوالعالیہ کی ایک حدیث ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ مدینہ منورہ لے جایا کرتے تھے۔

ابو عبید فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ تو اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں کو زکوٰۃ دیتے تھے۔

جس طرح اس بات پر اجماعِ امت ہے کہ زکوٰۃ جس علاقے سے وصول کی جائے گی اسی میں تقسیم کر دی جائے گی۔ اسی طرح یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ اگر کسی خاص علاقے کے رہنے والوں کو زکوٰۃ کی ضرورت نہ ہو خواہ اس عدم ضرورت کی وجہ وہاں مستحقِ زکوٰۃ طبقوں کا ختم ہو جانا ہو یا ان کی تعداد کی کمی اور مالِ زکوٰۃ کی فراوانی ہو تو دوسرے علاقوں کے مستحق افراد کی طرف منتقل کی جا سکتی ہے کہ وہ زکوٰۃ کے دوسرے مصارف میں اسے صرف کرے یا اس علاقے سے قریب ترین علاقوں میں بھیج دے۔ اس سلسلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی بہت خوب ہے کہ ایک علاقے کی زکوٰۃ دوسرے علاقے میں لے جانی جائز نہیں ہے مگر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صورت میں کہ کسی علاقے کے باشندوں کو اس کی ضرورت ہو اور حاکم وقت بر بنائے اجتہاد کسی دوسرے علاقے کی زکوٰۃ ان کی طرف منتقل کر دے۔ سحنون سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر امیرالمومنین کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقے کے رہنے والوں کو زکوٰۃ وغیرہ کی اشد ضرورت ہے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس صدقے کو جس کا استحقاق کسی دوسرے علاقے والے رکھتے ہیں، ان کی طرف منتقل کر دے کیونکہ جب کوئی ضرورت آپڑے تو اسے صدقہ و زکوٰۃ کے استحقاق میں مقدم سمجھا جائے گا۔ اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، نہ اس پر ظلم کرتا تھا۔

زکوٰۃ — دُنیا میں اوّلین اجتماعی کفالت: نظام زکوٰۃ اجتماعی کفالت کے معاملہ میں پہلی منظم قانون سازی ہے جو محض انفرادی اور رضاکارانہ طور پر دیئے جانے والے صدقات ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ باقاعدہ معیاری سرکاری امداد پر قائم ہے۔ ایسی امداد جس کا مقصد یہ ہے کہ ہر محتاج اور اس کے اہل وعیال کی خورد و نوش، لباس، رہائش اور زندگی کی دوسری تمام ضروریات بغیر اسراف اور کنجوسی سے کام لئے پوری ہو جائیں۔ اس امداد کا دائرہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی جو مسلمانوں کی حکومت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہوں وہ بھی اگر محتاج ہوں تو اس امداد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

یہی وہ اجتماعی کفالت (SOCIAL SECURITY) ہے جس کا تخیل مغربی دنیا میں اب پیدا ہُوا ہے مگر اب بھی ان کی فکر اسلام کی پیش کردہ اجتماعی کفالت کے معیار تک نہیں پہنچ سکی جس میں ہر محتاج اور اس کے اہل وعیال کی مکمل کفالت کی ضمانت دی گئی ہے۔ نیز اُن کی فکر کا محرک للّٰہیت اور کمزوروں کے لئے رحم کا جذبہ نہیں ہے بلکہ مختلف انقلابات اور اشتمالیت اور اشتراکیت کی خوفناک لہروں اور دُوسری عالمگیر جنگ، اور مغربی اقوام کی رضا جوئی کے جذبے نے انہیں اس اندازِ فکر پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ سب سے پہلے مغربی حکومتوں کی طرف سے اجتماعی کفالت کا باقاعدہ اعلان ۱۹۴۱ء میں کیا گیا جب کہ انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اوقیانوسی معاہدے (میثاقِ اوقیانوس) میں اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ ہماری حکومتوں کے اندر رہنے والے جملہ افراد کو اجتماعی کفالت کی یقین دہانی ہونی چاہیئے حالانکہ اسلام نے ان مغربی حکومتوں سے صدیوں پہلے ایک ایسا اجتماعی کفالت کا نظام قائم کیا ہے جو ایک دینی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فریضہ ہے اور جس کے نفاذ کا انتظام اسلامی حکومت کرتی ہے اور بوقت ضرورت اغنیاء سے فقراء کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتی ہے۔ بایں ہمہ بعض مصنفین اجتماعی کفالت کے نظام کے آغاز کا سہرا یورپ کے سر باندھتے ہیں اور ہماری تاریخ اور دینی ورثے کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔ عرب لیگ نے ۱۹۵۲ء میں دمشق میں دراساتِ اجتماعیہ (SOCIAL STUDIES) کا ایک حلقہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مختلف اجتماعی کفالت کے نظاموں کا مطالعہ کرے۔ اس حلقے کے منتظم مسٹر دانیال سن جیرج نے اجتماعی کفالت کے ارتقاء کے بارے میں ایک لیکچر دیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ "قرونِ گزشتہ میں فاقہ کشی کے عالم میں مرجانے سے نجات کے لئے محتاجوں اور فقراء کی امداد و اعانت کے لئے سرکاری تدابیر کی تاریخ کا آغاز سترھویں صدی سے ہوتا ہے جبکہ حکومت کے ابتدائی اقدامات نے یہ شکل اختیار کی کہ مختلف مقامی تنظیموں نے منظم طور پر محتاجوں اور فقراء کی مدد کرنی شروع کر دی۔"

مسٹر دانیال کا مذکورہ بالا بیان تاریخِ اسلام اور فریضۂ زکوٰۃ کی حقیقت سے ان کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں پوری طرح واضح کیا ہے کہ اسلام کا نظامِ زکوٰۃ ایک ایسا نظام ہے جس میں زکوٰۃ کے جمع و صرف کی ذمہ دار اسلامی حکومت ہوتی ہے۔ یہ انفرادی احسان یا رضاکارانہ صدقات کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ محتاجوں کے لئے یہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ مقررہ حق ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں پر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ یہ عام حکومتوں کی طرف سے لگائے جانے والے ٹیکسوں سے یوں ممیز ہے کہ یہ ایک دائمی اور مقررہ ٹیکس ہے۔ اگر حکومت اسے کبھی نظرانداز کر دے اور لوگوں سے وصول نہ کرے تو جب تک کہ مسلمان اپنے رب کی رضا، قلب و ضمیر کے تزکیہ اور اپنے مال کے پاک اور مطہر کرنے کے لئے اسے ادا نہ کر دے اس کا اسلام صحیح نہیں رہتا اور ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ مسلمان پر فرض کیا گیا کہ وہ اسے بہ طیبِ خاطر نکال دے اور اسے لینے والے پر اپنا احسان نہ جتائے اور ایذا رسانی نہ کرے اور محتاج اُسے اِس شان سے لے کہ لیتے وقت اسے یہ معلوم ہو کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زکوٰۃ اللہ کے اس مال میں اس کا حق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اپنا نائب مقرر فرمایا ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس مقررہ و معلوم حق (زکوٰۃ) کی خاطر ان لوگوں سے جنگ کرے جو اسے ادا نہیں کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسٹر دانیال دورِ حاضر میں اجتماعی کفالت کی ماہیت و مزاج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"جدید اجتماعی تکافل کے منصوبوں کی مابہ الامتیاز خصوصیت زمانۂ قدیم میں فقراء کی امداد و اعانت کی تدابیر کے مقابلے میں یہ ہیں کہ ان کا اطلاق صرف فقراء پر ہی نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی گروہ یا طبقہ کے ہر اس شخص پر ہو سکتا ہے جس کے ذرائع آمدنی ایک مقررہ معیار سے کم ہوں۔ وہ بعض شرائط کے ساتھ اس امداد و اعانت کو فقراء کا ایک حق ماننے کے لئے تیار ہیں اور ان میں امداد کی ادائیگی کی مقررہ شرحیں اور عطا کرنے کے باقاعدہ طریقے ہیں۔ اس کے علاوہ اس اسکیم میں وہ ذلت و خواری نہیں ہے جو فقراء کو مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے میں برداشت کرنی پڑتی ہے اور اس اسکیم نے شہری حقوق کے اس فقدان کا بھی خاتمہ کر دیا ہے جو فقراء کو صدقات دینے کے قدیم نظام میں پایا جاتا تھا۔"

مسٹر دانیال ان خصوصیات کو جدید اجتماعی تکافل کی امتیازی خصوصیات قرار دیتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ماضی میں ان خصوصیات کا کوئی اجتماعی نظام نہ پایا جاتا تھا۔ یہ باتیں مغربی دُنیا اور اس کی تاریخ کے بارے میں تو صحیح ہیں لیکن اگر مسلمانوں کی تاریخ کو بھی نگاہ میں رکھا جائے تو ان کا یہ دعویٰ سراسر بے بُنیاد ہے کیونکہ اجتماعی تکافل کی یہ مابہ الامتیاز خصوصیات اسلام کے نظامِ زکوٰۃ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ اسلام نے زکوٰۃ کو فرض کرتے ہوئے "حقِ معلوم" کہا ہے جس میں احسان جتانے اور ایذا رسانی کی کوئی گنجائش نہیں۔ مسلمان حکومت اس کے جمع و صرف کی ذمہ دار ہے۔ یہ ہر اُس شخص پر خرچ کی جا سکتی ہے جس کا کوئی ذریعۂ آمدنی نہ ہو یا اگر ہو تو اس سے اتنی کم آمدنی ہوتی ہو کہ اُس کی اور اس کے اہل و عیال کی ضروریات پوری نہ کر سکے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کا مقصد فقراء کو غنی کر دینا اور فقراء و اغنیاء کے درمیان فرق و امتیاز کی خلیج کو پاٹنا ہے۔ جدید سوشل سیکورٹی کے علمبردار تو خواب میں بھی ان خصائص کا حامل اجتماعی نظام پیش نہیں کر سکتے۔

بیت المال کے دیگر ذرائع آمدنی پر غرباء کے حقوق: گزشتہ صفحات میں ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام میں فقر و فاقہ اور تنگ دستی کو دور کرنے کے لئے زکوٰۃ ایک اہم مالی ذریعہ ہے۔ اب ہمیں اس میں اتنی بات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا اضافہ کرلینا چاہئے کہ بیت المال یعنی اسلامی حکومت کے خزانۂ عامرہ کے مستقل ذرائع آمدنی میں فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا علاج قدرِ مشترک ہے۔ اسلامی حکومت کی املاک اور وہ پبلک املاک و اموال جن کا انتظام و انصرام حکومت کرتی ہے اور جن کی آمدنیاں بیت المال میں جمع ہوتی ہیں ان کے صرف میں بھی یہ اصول لازماً پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ مال صرف دولت مندوں ہی میں چکر نہ لگاتا رہے بلکہ معاشرے کے تمام افراد میں اس کے منافع انصاف کے ساتھ تقسیم ہوں اور معاشرے کے مختلف عناصر کے درمیان اونچ نیچ کو ہموار کیا جائے۔ خصوصاً اگر زکوٰۃ اہلِ حاجت کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو رہی ہو تو حکومت کی دوسری تمام آمدنیوں سے ان کی حاجات پوری کرنے کا کام لینا ہوگا۔

مالِ غنیمت کے خُمس، خراج اور ہر قسم کے دیگر ٹیکسوں میں محتاجوں اور حاجت مندوں کا حق ہے۔

خداوندِ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ (الانفال: ۴۱)	اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔
مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (الحشر: ۷)	جو مال پھیر دیا ہے اللہ نے اپنے رسول کی طرف بستیوں کے لوگوں سے (یعنی فے) وہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔

فقہاء نے زکوٰۃ کے مال و متاع میں فقراء کے حقوق کے بارے میں حد درجہ احتیاط کی ہے۔ انہوں نے اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ مالِ زکوٰۃ کو مصالحِ عامّہ مثلاً فوج کی تنخواہوں وغیرہ پر خرچ کیا جائے، البتہ اگر پبلک بجٹ میں کچھ کمی ہو اور زکوٰۃ کے بجٹ میں گنجائش ہو تو زکوٰۃ کے بجٹ سے قرض لے کر پبلک بجٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی کمی پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر جب پبلک بجٹ میں گنجائش ہو تو زکوٰۃ کے بجٹ سے حاصل کردہ قرض چکا دیا جائے گا۔

اس ضمن میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ بن حسن فرماتے ہیں: "فرماں روائے مملکت اسلامی کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ و صدقات کے اموال کو ان کے مصارف میں خرچ کرتے ہوئے خوفِ خدا کا دامن تھامے رہے اور ہر فقیر کو صدقات میں سے اس کا حق ادا کرے یہاں تک کہ فقیر اور اس کے اہل و عیال کو غنی کر دے۔"

اگر بعض مسلمان محتاج ہوں اور بیت المال میں صدقات وغیرہ کچھ نہ ہوں تو مسلمان حکمران خراج کے بیت المال سے ان کی ضرورت پوری کر سکتا ہے اور یہ صدقات کے بیت المال پر کوئی قرض نہیں ہوگا، اس لئے کہ ہم گزشتہ صفحات میں واضح کر آئے ہیں کہ خراج وغیرہ مسلمان فقراء کی ضروریات پر خرچ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر مسلمان حکمران کو فوج کی تنخواہیں وغیرہ دینے کی ضرورت پیش آئے اور خراج کے بیت المال میں کوئی مال نہ ہو تو وہ صدقات کے بیت المال سے تنخواہیں وغیرہ لے سکتا ہے، مگر تنخواہوں کی رقم خراج کے بیت المال کے ذمے قرض ہوگی، کیونکہ صدقات فقرا و مساکین کا حق ہیں۔ لہٰذا جب حکمران صدقات کے بیت المال سے کچھ رقم کسی دوسرے مصرف پر خرچ کرے گا تو یہ اس بیت المال پر قرض ہوگی جس میں فقراء کا حق بھی شامل ہے یعنی خراج کا بیت المال۔ بیت المال ہی فقیر اور ضرورت مند کی احتیاجات کو پورا کرنے کا آخری ذریعہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب افرادِ ملت کی ملک ہے، امیر المومنین یا کسی خاص گروہ انسانی کی ملک نہیں ہے۔

شیخین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "میں ہر مسلمان کے لئے اس کی اپنی ذات سے زیادہ رحیم و شفیق اور خیر خواہ ہوں۔ جو مسلمان کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کے لئے ہوگا اور جو کوئی اس حالت میں مرے کہ اس پر قرضہ ہو اور اس کے چھوٹے بچے ہوں جو بالکل بے زر و زر ہوں تو اس کا قرضہ میں چکاؤں گا اور اس کے بچوں کی کفالت میرے ذمے ہوگی۔"

مُسند احمد میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مندرجہ ذیل مین باتیں قسم کھا کر بیان کیا کرتے تھے:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۔ بخدا! کوئی شخص اس مال غنیمت اور مصالح عامہ کے لئے وقف مال کا کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حقدار نہیں ہے اور نہ میں کسی کی نسبت زیادہ حقدار ہوں۔

۲۔ بخدا! کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا اس مال میں حصہ نہ ہو۔

۳۔ بخدا! اگر میں زندہ رہا تو میں جبل الصنعاء کے چرواہے کو اس مال میں سے اس کا حصہ ضرور دوں گا درآنحالیکہ وہ اپنی جگہ گلہ بانی کر رہا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث، جیسا کہ امام شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں، اس بات کی دلیل ہے کہ امیر المؤمنین عام افرادِ امت کی طرح ہوتا ہے۔ اسے کسی دوسرے پر اس بات میں کوئی فضیلت نہیں کہ مالِ غنیمت وغیرہ میں سے اس کا حصہ دوسروں سے پہلے اور زیادہ دیا جائے۔ اسی طرح یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ ہر انسان خواہ وہ کسی بھی مرتبہ و مقام کا ہو، اجتماعی مال سے اپنے حق اور حاجت کے مطابق لازماً اپنا حصہ حاصل کرے گا۔

یہ کفالت صرف اہلِ اسلام کے فقراء تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ غیر مسلم ذمی جو اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ رہتے ہیں، ان کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرح بیت المال سے مدد لے کر اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کریں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الخراج میں اُس معاہدے کا متن نقل کیا ہے جس پر حضرت خالدؓ بن ولید کی عراق کے علاقہ حیرہ کے عیسائی باشندوں سے مصالحت ہوئی تھی۔ اس سیاسی دستاویز میں واضح طور پر لکھا تھا کہ ان لوگوں کو فقر و فاقہ، بیماری اور بڑھاپے کے خلاف تحفظ دیا جائے گا اور اس کے اخراجات مسلمانوں کے بیت المال کے ذمے ہوں گے۔ تاریخ میں سوشل سیکورٹی کی یہ پہلی مثال ہے جو ایک فاتح قائد نے ان لوگوں کو دی جو جنگ میں مقابلے کی تاب نہ لا کر صلح کے خواہاں تھے، اور فاتح کے دین کو قبول کرنے کے بجائے اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے تھے۔ معاہدے کے الفاظ خالدؓ بن ولید کی زبانی سنیے:

"میں نے اہلِ حیرہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی بوڑھا جو کوئی کام نہ کر سکتا ہو یا وہ کسی آفتِ ناگہانی کا شکار ہو گیا ہو یا امیر ہو کر غریب ہو گیا ہو اور اپنے اہلِ مذہب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے صدقہ وخیرات پر اس کی گزر اوقات کا انحصار ہو، اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے اور مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی اور اس کے افرادِ خانہ کی کفالت کی جائے۔ جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں مقیم رہیں لیکن اگر وہ ان دونوں مقامات سے نکل کر کہیں اور چلے جائیں تو مسلمانوں پر ان کے کنبوں کی کفالت واجب نہیں ہوگی۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے یہ فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کیا تھا۔ ان کے ساتھ جو صحابہ اس وقت جہاد میں شامل تھے، انہوں نے حضرت خالدؓ سے اتفاقِ رائے کیا۔ پھر جب یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اور بڑے بڑے اصحابؓ نے اسے بحال رکھا اور کسی نے بھی اس کو رد نہیں کیا۔ ایسا عمل جو کسی صحابی سے انجام پائے اور جب دوسرے صحابہ کو اس کا علم ہو اور ان میں سے کوئی بھی اس کی تردید نہ کرے تو بہت سے فقہاء کے نزدیک یہ اجماع ہے۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کا ایک واقعہ تاریخوں میں لکھا ہے جس میں آپؓ نے غیر مسلم رعایا کی معاشی کفالت کے بارے میں واضح طور پر اعلان فرمایا تھا۔ اسی طرح اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندوں کی کفالت ایک ایسی سنت بن گئی جو آنے والے عادل خلفاء کے لئے قابلِ تقلید اور واجب الاتباع تھی کیونکہ عادلانہ پالیسیوں اور شریعت کی روشنی میں بنائے ہوئے قوانین کی صورت میں خلفائے راشدین جو نقش بھی چھوڑ گئے ہیں وہ دینِ اسلام کا ایک حصہ سمجھا جائے گا اور مسلمانوں پر یہ فرض ہوگا کہ وہ سنتِ خلفائے راشدین کو اسی طرح قابلِ اتباع سمجھیں جس طرح کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ فرمانِ نبوی ہے:

ان من یعش منکم فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی عضوا علیھا بالنواجذ

(ابوداؤد، ترمذی)

بیشک جو تم میں سے زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات رونما ہوتے دیکھیں گے۔ اس وقت تم پر یہ لازم ہے کہ تم میری سنت اور میرے بعد راست رَو خلفائے راشدین کی سنت پر سختی سے عمل کرو۔ اور سختی سے اس پر کاربند رہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حاکمِ بصرہ عدی بن ارطاۃ کو ایک مکتوب لکھا تھا جس میں آپ نے اسے بعض فرائض کے بارے میں نصیحت کی کہ وہ اپنے علاقے میں ان کی پاسداری کرے۔ آپؒ کا یہ مکتوب اپنی اہمیت کے پیشِ نظر بصرہ کے عوام کو پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ مکتوب کا متن یہ ہے:

"اپنی طرف سے اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی ذمی جو بوڑھا ہو گیا ہو، اس کے قویٰ مضمحل ہو گئے ہوں اور کوئی کام کرنے سے عاجز ہو تو مسلمانوں کے بیت المال سے اسے وظیفہ دو اس لئے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ امیر المؤمنین عمرؓ بن خطاب ایک ذمی بوڑھے کے پاس سے گزرے جو دربدر سوال کر رہا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہ کیا کہ تیری جوانی میں تجھ سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں تجھے بھلا دیا۔ پھر آپؓ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جو اس کی اصلاحِ احوال کے لئے کافی تھا۔"

اگر اسلامی حکومت کے خزانۂ عامرہ کے مستقل وسائلِ آمدنی اتنے کم ہو جائیں کہ فقراء و مساکین کی کفالت نہ ہو سکے اور معاشرہ کے افراد باہمی ہمدردی اور تعاون کے جذبے سے بھی اتنے سرشار نہ ہوں کہ بطور خود فقراء کی کفالت کریں، تو پھر دولتِ اسلامیہ کے حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ اغنیاء کے مالوں پر مزید ٹیکس لگا دیں جس سے فقراء کی اعانت کی جا سکے اور ان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری ہو سکیں۔ یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں حکومت کے فرائض بڑی حد تک ایجابی اور جامع ہیں۔ حکومت کے ذمے صرف یہی نہیں ہے کہ افراد کی آزادی اور اُن کی ذاتی ملکیت کی حفاظت کرے اور ظلم و عدوان کا سدِباب کر کے امن و سلامتی کی فضا پیدا کر دے۔ اسلامی حکومت کا یہ کام بھی نہیں ہے کہ اغنیاء کو بالکل آزاد اور ناداروں اور فقیروں کو قوانینِ قدرت کے رحم و کرم پر چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ ان قوانین سے روگرداں ہو جائیں یا ہلاک ہو جائیں، جیسا کہ نظریۂ انفرادیت اور آزاد معیشت کے علمبردار آدم سمتھ وغیرہ کہتے ہیں کہ "حکومت کا اولین فرضِ منصبی یہ ہے کہ وہ زرداروں کو ناداروں سے بچائے"۔ معاشرہ کے افراد، جیسا کہ انفرادیت کے علمبردار کہتے ہیں، محض اقتصادی عناصر نہیں ہیں جو اقتصادی پیداوار اور منفعت کے رشتے کے سوا کسی رشتے میں منسلک نہ ہو سکیں۔ اسلام کی نظر میں معاشرہ باہم دگر مربوط ایک کنبہ ہے جس کے افراد اور گروہوں کے تعلقات اقتصادی پیداوار کے تعلق سے گہرے اور قوی تر ہیں۔ ان تعلقات کی بنیاد ایمان و اسلام ہے، جو سب افرادِ معاشرہ کو ایک ہی مقصد سے وابستہ کر دیتا ہے۔ پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس ایک ہی مقصد سے وابستگی کی وجہ سے ان میں عقیدہ و فکر، شعور و جذبات، نظام و قانون اور آغاز و انجام کی وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے معاشرے کو ایک جسم کہا ہے جس کا ہر عضو اور ہر خلیہ ایک دوسرے سے مربوط و منسلک ہے، ایک دوسرے کے لئے مددگار بھی ہے اور مستحق امداد بھی۔ ہر ایک دوسرے کے لئے مفید ہے، ایک دوسرے پر اثر انداز بھی ہوتا ہے اور متاثر بھی اور حکومت جس کا سربراہ اسلام میں امیر المؤمنین کہلاتا ہے اس کی حیثیت اس جسمِ معاشرہ میں سر کی سی ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ وہ نظام ہے جو معاشرے کے افراد کے باہمی ربط و اتحاد کی محافظت و نگہداشت کرتا ہے تاکہ اس ربط و اتحاد کے ثمرات و نتائج سے سارا معاشرہ فائدہ اٹھائے۔

حکومت کی ذمہ داری صرف اس بات تک محدود نہیں کہ وہ ذاتی ملکیت، افراد اور آزادیٔ فرد کو داخلی اور خارجی حملوں سے محفوظ رکھے بلکہ اس کی ذمہ داریوں کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ اسلام میں قوم کے امیر کو بالکل ایسا ہی سمجھا گیا ہے جیسا کسی کنبے کا باپ۔ یہی وجہ ہے بخاری و مسلم کی روایت کردہ ایک حدیثِ نبوی میں ان دونوں (قوم کے امیر اور کنبے کے باپ) کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راعٍ وھو مسئول عن رعیتہ و الرجل فی اھل بیتہ راعٍ وھو مسئول عن رعیتہ (بخاری و مسلم)	تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ۔ امیرِ قوم راعی ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں میں راعی کی حیثیت رکھتا ہو (باپ) وہ اپنی رعایا (کنبہ) کے متعلق جواب دہ ہے۔

جس طرح باپ کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کی حفاظت کرے بلکہ وہ ان کی کفالت تربیت اور معروف طریقے سے ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور ان کے درمیان عدل و انصاف کو قائم رکھنے کے بارے میں بھی جوابدہ ہے، اسی طرح امیرِ قوم کو بھی ان سب لوگوں کے بارے میں جوابدہی کرنی پڑے گی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی رعایا بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عراق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں کوئی خچر ٹھوکر کھا کر گر پڑے تو میں اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ قیامت کے دن خداوند ذوالجلال مجھ سے اس کے بارے میں پوچھے گا کہ میں نے اس خچر کے لئے راستے کو ہموار کیوں نہ کرایا؟"

البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کی بیوی فاطمہ نے کہا: "میں ایک روز ان کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ اپنا رخسار اپنی ہتھیلی پر رکھ کر جائے نماز پر بیٹھے ہیں اور آنسو اُن کے دونوں رخساروں پر بہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کو کیا ہوا؟" انہوں نے فرمایا: "اے فاطمہ! اللہ تجھ پر رحم کرے! مجھ پر اس اُمت کی امارت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ میں نے بھوکے فقیر، بے کس مریض، تن ڈھانکنے کے کپڑے سے محروم شخص، شکستہ خاطر یتیم، بے یار و مددگار بیوہ، آفت رسیدہ مظلوم، قیدی، مسافر، پیر فرتوت، کثیر العیال اور قلیل المال افراد اور اپنی مملکت کے اطراف واکناف میں بسنے والے ایسے ہی بے شمار لوگوں کے بارے میں سوچا تو مجھے محسوس ہوا کہ اللہ عزوجل ان سب کے بارے میں قیامت کے روز مجھ سے باز پرس کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکورۂ بالا تمام افراد کی طرف سے میرے خلاف استغاثہ کریں گے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ میں اس مقدمے میں اپنی صفائی پیش نہ کر سکوں گا۔ اس لئے مجھے اپنے آپ پر رحم آگیا اور میں رونے لگا۔"

جب لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بیعت کی اور ان کی خلافت قائم ہو گئی تو وہ گھر لوٹے اس حال میں کہ بڑے غمزدہ اور فکر مند تھے۔ ان کے غلام نے ان سے کہا "کیا وجہ ہے کہ آپ اس طرح غمزدہ اور فکر مند ہیں۔ حالانکہ یہ وقت غم والم اور رنج و فکر کا نہیں؟" انہوں نے جواب دیا" اللہ تجھ پر رحم کرے! میں کیوں غمزدہ اور فکر مند نہ ہوں جب کہ مشرق و مغرب میں رہنے والا اُمتِ مسلمہ کا ہر شخص مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے کہ میرا حق ادا کرو، خواہ اس نے اپنے حق کے بارے میں مجھے لکھا ہے یا نہیں؟"

اِس خلیفۂ راشد کا احساسِ ذمہ داری ملاحظہ فرمایئے کہ وہ مشرق و مغرب میں رہنے والے ہر فردِ اُمت کے بارے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دِہ سمجھتا ہے اور یہ احساس رکھتا ہے کہ ہر فردِ اُمت کو، خاص طور پر ناداروں، کمزوروں، بیماروں، بوڑھوں، بیواؤں اور یتیموں کو ان کا حق پہنچانا اس کا فرض ہے، خواہ وہ اپنے حق کا مطالبہ تحریری طور پر یا بالمشافہ نہ بھی کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسلامی حکومت کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف قائم کرے، خیر و صلاح کی دعوت دے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور یہ بات عدل و انصاف اور خیر و صلاح اور معروف کے منافی ہے کہ کمزور و نادار افراد بھوکے رہیں اور فقراء و مساکین خورد و نوش اور لباس و رہائش کی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم رہیں درآنحالیکہ معاشرے کے اغنیاء کے پاس کافی دولت بے مصرف پڑی ہو۔ اسلامی حکومت کا یہ فرض بھی ہے کہ فقر و فاقہ کے مسئلے سے نمٹنے کے لئے اور فقراء کو خوشگوار زندگی دینے کے لئے مختلف ذرائع و وسائل اختیار کرے تاکہ معاشرے میں باہمی کفالت کا مقصد حاصل ہو سکے۔ یہ ذرائع و وسائل زمان و مکان اور حالات کے مختلف ہونے سے مختلف ہو سکتے ہیں اور امتِ اسلامیہ کے اصحابِ اقتدار اور اہلِ رائے کے لئے اجتہاد کی راہیں بھی کھلی ہیں۔ میں فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے کے ان طریقوں میں سے صرف ایک طریقہ بطورِ مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اختیار کئے۔ انہوں نے مدینہ کے قریب "ربذہ" نامی ایک قطعۂ زمین کو سرکاری ملکیت بنا دیا تاکہ مسلمانوں کے چوپائے اس میں چریں۔ مگر آپؓ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے فقراء و مساکین اور کم آمدنی والے افرادِ امت کا حق سب سے مقدم رکھا تاکہ وہ اس مفت کی چراگاہ کو اپنی حیوانی دولت اور آمدنی میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیں اور حکومت سے کسی قسم کی اعانت و امداد نہ مانگیں۔ یہ مقصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم میں پوری طرح واضح ہے جو آپؓ نے اس چراگاہ کے نگران ہنی کو دیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا تھا "اے ہنی! لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور مظلوم کی دعا سے ڈرو کیونکہ وہ مستجاب ہے اور تھوڑے اونٹوں اور تھوڑی بکریوں والوں کو چراگاہ میں داخلے کی اجازت دو اور ابنِ عفان اور ابنِ عوف کے چوپاؤں (یعنی امت کے امیر لوگوں کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں) کو رہنے دو کیونکہ ان کے مال مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے دوسرے کھیتوں اور نخلستانوں کی طرف پلٹ جائیں گے (یعنی ان کے پاس دوسری جائیداد اور ذرائع آمدنی ہیں)، اور یہ مسکین (تھوڑے اونٹوں اور بکریوں کا مالک)، اگر اس کے مال مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر میرے پاس آ کر دُہائی دے گا کہ اے امیر المؤمنین! کیا میں ان بچوں کو چھوڑ دوں، لہٰذا اس کو یہ گھاس پھونس مہیا کرنا میرے لئے سیم و زر ہبہ کرنے سے آسان ہے۔[1]"

[1] کتاب الاموال، ابو عبید، ص ۲۹۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا حکم میں وہ جملہ اہم احکام موجود ہیں جو یہاں ہماری مراد ہیں؛
اوّل یہ کہ مسلمان حکومت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ قلیل المال اور کم آمدنی والے افراد کا خاص طور پر خیال رکھے اور انہیں ایسے مواقع مہیا کرے کہ وہ کام کر کے کمائی کریں اور دولتمند ہو جائیں۔ اگر اس مقصد کے لئے اسے اغنیاء اور کثیر المال افراد پر عرصۂ ترقی تنگ کرنا پڑے اور انہیں حصولِ دولت کے بعض مواقع اور کسب و کار کے بعض وسائل سے محروم کرنا پڑے اور ان کی آمدنی میں اضافہ و ترقی کو روکنا پڑے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہے جو آپؓ نے چراگاہ کے عامل سے فرمایا تھا کہ "تھوڑے اونٹوں اور بکریوں والوں کو چراگاہ میں داخلے کی اجازت دو اور ابن عفان اور ابن عوف کے چوپاؤں کو ہٹنے دو"
دوم یہ کہ اسلامی حکومت کے حدود میں بسنے والے ہر شخص کا یہ حق ہے کہ اگر اس کا ذریعۂ آمدنی تباہ ہو جائے اور حصولِ رزق کا کوئی ذریعہ نہ ہے تو وہ حاکمِ وقت کے روبرو اپنے اور اپنے بچوں کے حق کے لئے دُہائی دے اور حکومتِ اسلامی کے خزانۂ عامرہ سے مدد دیئے جانے کا مطالبہ کرے اور حاکمِ وقت یا حکومت کے متعلقہ اہل کار کو اس کا مطالبہ پورا کئے بغیر اور اس کی اور اس کے کنبے کی ضروریات پوری کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اور یہ مسکین، اگر اس کے مال مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر میرے پاس آ کر دہائی دے گا کہ اے امیرالمؤمنین کیا میں ان بچوں کو چھوڑ دوں؟"
سوم یہ کہ اس سلسلے میں صحیح حکمتِ عملی یہ ہے کہ فقراء و مساکین میں سے جو لوگ کام کرنے کی قدرت رکھتے ہوں انہیں کوئی کام مہیا کیا جائے اور کم آمدنی والے افرادِ ملت کے ذرائع آمدنی کو ترقی دی جائے تاکہ فقراء اور کم آمدنی والے اپنی کوشش اور محنت کے سبب حکومت کی امداد و اعانت سے مستغنی ہو سکیں اور بیت المال پر بوجھ نہ بنیں۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہوتی ہے کہ "گھاس پھونس مہیا کرنا میرے لئے سیم و زر مہیا کرنے سے آسان ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب پنجم

زکوٰۃ کے علاوہ

رفعِ احتیاج کی دیگر اسلامی تدابیر

زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ دوسرے مالی حقوق ہیں جو مختلف اسباب وحالات کے تحت مسلمان پر واجب ہیں اور ان سب کا مقصد بھی فقراء کی اعانت اور فقر و احتیاج کو دارالاسلام سے نکال باہر کرنا ہے۔ حقوق مندرجۂ ذیل ہیں:۔

۱۔ ہمسائے کا حق: ہمسائے کے حق کی حفاظت کرنے کا حکم خداوند تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دیا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں ہمسائے کا حق ادا کرنے کی ترغیب دی ہے اور ہمسائے کی عزت و احترام کو ایمان کا تقاضا اور اس کی ایذا رسانی اور اس کے حقوق سے غفلت کو مسلمانی کے منافی قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا	اللہ کی بندگی کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى	نیک سلوک کیا کرو اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ	سے اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ ۔ (النساء: ۳۵)	اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں سے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنے ہمسائے کی تعظیم و تکریم کرے"۔ (بخاری و مسلم)

(۲) اپنے ہمسائے سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ مسلمان ہو جاؤ گے (ابنِ ماجہ)

(۳) جبریل علیہ السلام مجھے ہمسائے کے بارے میں متواتر وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان گزرنے لگا کہ وہ اسے ہمسائے کا وارث بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) وہ شخص مومن نہیں جو اس حال میں رات گزار کر دے، تو شکم سیر ہے اور اس کا ہمسایہ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پہلو میں بھوکا ہے اور وہ یہ جانتا ہے۔ (طبرانی، بیہقی)

(۵) کسی علاقے کے رہنے والے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص ایک رات بھی بھوکا رہے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و امان سے نکل جائیں گے۔

عمدہ ترین بات جو ہمسائے کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں آئی ہے وہ یہ ہے جو اس حدیث میں وارد ہے کہ "تو اپنے ہمسائے کو اپنے پکے ہوئے کھانے کی خوشبو سے تکلیف نہ دے اِلّا یہ کہ تو اُسے اپنے کھانے میں سے چلو بھر دے دے۔ اور جب تو کوئی پھل خریدے تو اس میں سے اپنے ہمسائے کو تحفہ بھیج اگر تو نہ بھیجنا چاہے تو اُسے چھپا کر اندر لے جا اور تیرا بچہ اسے لے کر باہر نہ نکلے مبادا اسے دیکھ کر ہمسائے کا بچہ رنجیدہ ہو۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجھے میرے دوست حضرت محمد صلی اللہ علیہ نے وصیت فرمائی ہے کہ جب تو کچھ پکائے تو شوربا زیادہ کر لیا کر۔"

ہمسایہ صرف وہ نہیں جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو بلکہ آثارِ صحابہ میں یوں مروی ہے کہ چالیس گھر ہمسائے کی تعریف میں آتے ہیں اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا ہے کہ گھر کے چاروں اطراف میں سے ہر طرف کے چالیس چالیس گھر۔ لہٰذا ہر محلے کے باشندے ایک دوسرے کے ہمسائے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے کہا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دو ہمسائے ہیں۔ ایک کے گھر کا دروازہ میرے گھر کے دروازے کے بالکل سامنے ہے اور دوسرے کا ذرا ہٹ کر، اور بعض اوقات میرے پاس انہیں دینے کے لئے کوئی چیز اتنی ہوتی ہے کہ دونوں کو نہیں دی جا سکتی۔ اِس صورت میں کونسا ہمسایہ مستحق تر ہے؟ آپؐ نے فرمایا "جس کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے سامنے ہے۔"

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہر محلے کو ایک ایسی وحدت بنا دے جس کے اجزاء (یعنی باشندگانِ محلہ) خوش حالی اور تنگ دستی میں ایک دوسرے کی کفالت اور اعانت کریں۔ اپنے میں سے کمزور کا سہارا بنیں، بھوکے کو کھانا کھلائیں ننگے کو کپڑا پہنائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسولؐ انہیں کوئی تحفظ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیتے اور وہ مومنین کے معاشرے سے منسوب ہونے کا استحقاق بھی نہیں رکھتے۔

اسلام کے آدابِ معاشرت میں ایک بہترین بات یہ ہے کہ اس نے ہمسائے کا ہمسائے پر حق رکھا ہے خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کا ایک غلام بھیڑ کو ذبح کر کے اس کی کھال اُتار رہا تھا تو آپؓ نے فرمایا "اے نوکر! جب تم کھال اتار چکو تو پہلے ہمارے ہمسائے یہودی کو گوشت دینا۔" یہ بات آپؓ نے کئی مرتبہ کہی۔ غلام نے آپؓ سے کہا "آپ بار بار یہ کیوں فرما رہے ہیں؟" تو آپ نے فرمایا "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہمسائے کے متعلق وصیت فرماتے رہے حتیٰ کہ ہمیں یہ خدشہ ہونے لگا کہ آپؐ ہمسائے کو ہمسائے کا وارث بنا دیں گے۔"

۲۔ عید الاضحیٰ کی قربانی: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عید الاضحیٰ کی قربانی مندرجہ ذیل حدیث کے بموجب ہر خوش حال مسلمان پر واجب ہے۔

من کان عندہ سعۃ فلم یضح — جو شخص خوشحالی کے باوجود قربانی نہیں دینا چاہتا
فلا یقربن مصلانا (احمد، ابن ماجہ) — وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

۳۔ قسم توڑنا: قسم شکنی کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ (قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو ما اگر اس کی استطاعت نہ ہو تب تین روزوں کا حکم ہے)

۴۔ ظہار: جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ تو مجھ پر میری ماں یا بہن وغیرہ کی پشت جیسی ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے تا آنکہ وہ شخص اپنی بات کا کفارہ نہ ادا کر دے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے اور جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

ماہِ رمضان میں دن کے وقت جماع کرنا: ماہِ رمضان میں روزہ رکھ کر جماع کرنے کے مرتکب کو بھی وہی کفارہ ادا کرنا پڑے گا جو ظہار کے مرتکب پر فرض کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۶۔ بوڑھوں اور دائم المرض افراد کا فدیہ: وہ بوڑھے اور ناقابلِ علاج دائم المرض افراد جو ماہِ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتے وہ رمضان کے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کے کھانے کے برابر کھانا فدیہ دیتے ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت تو رکھتے ہوں مگر بوجہ عمر رسیدگی یا دائم المرضی، نہ رکھیں تو وہ فدیہ دیں۔) ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی جان یا اپنی اولاد کی جان کا خطرہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ بھی فدیہ دے کر روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔

۷۔ ہدی: وہ قربانی جو کوئی حاجی یا عمرہ کرنے والا اونٹ، گائے یا بکریوں کی صورت میں مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے دیتا ہے:

ا۔ احرام کے سبب ممنوع افعال میں سے کسی فعل کے ارتکاب کے کفارے کے طور پر۔

ب۔ حجِ تمتع (عمرہ اور حج دو احرام سے کرنا)

ج۔ حجِ قِران (عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے کرنا)

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ (المائدہ: ۹۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر کوئی جان بوجھ کر تم میں سے کوئی ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر کرنا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا

جو شخص حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ: ۱۹۶) اٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے۔

اس قربانی کے فرض کرنے سے شریعت کا مقصد یہ ہے کہ فقیر کو گوشت کھلانے کا موقع مہیا کیا جائے جس کی حکمت صاحبِ شریعت ہی جانتا ہے جو قربانی کی قیمت یا اس کی دُگنی قیمت بھی بطورِ صدقہ دے دینے کو قبول نہیں فرماتا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ۔ (حج: ۲۸)

اس قربانی میں سے خود بھی کھائیں اور تنگدست محتاج کو بھی دیں۔

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَالِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (حج: ۳۶)

قربانی میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت سے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔ ان جانوروں کو ہم نے اس طرح تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔

۸۔ **فصل کی کٹائی کا حق:** اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (الانعام: ۱۴۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کئے۔ کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ کھاؤ ان کی پیداوار جبکہ یہ پھلیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو۔

صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں "اللہ کے حق" سے مراد زکوٰۃ نہیں بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ کچھ دینا ہے جو فصل کے مالک کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماحول میں غرباء و مساکین کی ضرورت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جتنا چاہے دے دے۔ چنانچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس "حق" کی تفسیر میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ عطیہ یا صدقہ ہے جو فصل کے مالک اپنی زکوٰۃ کے علاوہ دیں۔"

حضرت عطاء فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ فصل کی کٹائی کے وقت فصل کے مالک جو آسانی سے دے سکیں وہ اس وقت موجود غرباء و مساکین کو دے دیں اور یہ زکوٰۃ نہیں ہوگی۔"

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: "فصل کی کٹائی کے موقع پر آنے والے مساکین کو فصل میں سے جو دے دیا جاتے۔"

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اپنے باغوں کے پھل چنتے ہیں اور ان سے صدقہ نہیں دیتے جیسا کہ سورہ القلم میں مالکانِ باغ[1] کا ذکر فرمایا ہے۔"

فقیر اور مسکین کا حقِ کفایت: یہ حق دوسرے تمام حقوق سے زیادہ اہم ہے کیونکہ مسلم معاشرے میں ہر فرد کا یہ حق ہے کہ اسے زندگی کی بنیادی ضروریات حسب کفایت مہیا کی جائیں اور اس کے کنبے کی کفالت کی جائے۔ اگر زکوٰۃ فنڈ سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو بہتر۔ اور اگر مالِ زکوٰۃ یا بیت المال کے دوسرے ذرائع آمدنی میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ فقراء و مساکین اور ان کے کنبوں کی کفالت بہتر طور پر کی جا سکے تو پھر مسلمانوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی فقراء و مساکین کا حق ہے جیسا کہ ترمذی میں فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق کچھ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "مسلمانوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔ پھر آپؐ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ	نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ	کر لئے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ	کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی
وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی	کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور

[1] ملاحظہ فرمائیے سورہ القلم از آیت ۱۷ تا ۳۳

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ۔ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ۔ (البقرہ: ۱۷۷)

اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس آیت کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پہلے خویش و اقارب، یتامیٰ اور مساکین کو مال عطا کرنے کو نیکی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے جو بجائے خود نیکی اور تقویٰ کے عناصر و ارکان ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی خویش و اقارب اور مساکین وغیرہ کو کچھ دیتے رہنا واجب ہے۔

باوجود اس کے کہ یہ بات اتنی واضح ہے کہ کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبویؐ کو بطور استدلال پیش کرنے کی ضرورت نہیں تاہم قرآن و سنّت میں اس کے دلائل اظہر من الشمس ہیں کیونکہ نظام اسلامی کی ماہیت و مزاج جو قرآن و حدیث سے واضح ہوتا ہے اس کے مطابق اسلامی معاشرے میں کفالتِ باہمی ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہے اور باہمی تعاون و ہمدردی ایک ایسا فرض ہے جسے ادا کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلم معاشرے کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضہ بعضاً[1] (مومن باہم دگر دیوار کی مانند ہیں جس کے مختلف حصّے ایک دوسرے کے لئے مضبوطی اور استحکام کا باعث ہوتے ہیں)۔ اور مثل المؤمنین فی توادھم و تعاطفھم و تراحمھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الاعضاء بالحمی والسھر[2] (باہمی محبت، لطف و کرم اور رحم و رأفت میں مومنوں کی جماعت ایک جسم کی مانند ہے جس کا اگر ایک عضو مبتلائے درد ہوتا ہے تو دوسرے اعضاء بخار اور بے خوابی کا شکار ہو کر اس کے شریکِ درد ہو جاتے ہیں)۔

اور المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ[3] (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے) اور ایما اھل عرصہ اصبح فیھم امرؤ جائع فقد

[1]، [2] بخاری و مسلم [3] بخاری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

برئت منہم ذمۃ اللہ (کسی علاقے کے رہنے والوں میں اگر ایک آدمی بھی رات کو بھوکا سو کر اٹھا تو وہ علاقہ اللہ کی حفاظت سے نکل جائے گا)

ان احادیثِ نبوی سے پہلے قرآن مجید کی آیات میں مسکین کو نظر انداز کرنے والوں اور فقیر اور نادار کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے والوں کو ہلاکت اور بربادی سے خبردار کیا گیا ہے۔ اور دنیوی اور اخروی عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ مدثر میں قرآن مجید آخرت کے مناظر میں سے ایک منظر پیش کرتا ہے، یعنی اصحابِ یمین کے اجتماع کا منظر جو اپنے باغات میں ہوں گے اور ایک دوسرے سے حق کا انکار اور تکذیب کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہے ہوں گے اور جب وہ منکرین و مکذبین آگ کی لپیٹ میں آچکے ہوں گے تو وہ اصحابِ یمین سے پوچھیں گے کہ یہ عذاب تم پر کس وجہ سے نازل ہوا ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ مسکین کی حق تلفی کرنے اور اسے بھوک اور عریانی کی حالت میں چھوڑ دینے کی وجہ سے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۙ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ، قَالُوا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ (المدثر ۳۸-۴۴)

(ہر ایک شخص اپنے عمل کے بدلے گروی ہے مگر داہنے والے باغوں میں ہوں گے باہم پوچھ رہے ہوں گے گنہگاروں کی نسبت۔ کس چیز نے ڈالا تمہیں دوزخ میں۔ وہ کہیں گے ہم نہ تھے نماز پڑھنے والوں میں اور نہ ہم کھانا کھلاتے تھے مسکینوں کو (ان کے خورد و نوش، لباس، رہائش اور دیگر ضروریات و حاجاتِ زندگی کا خیال نہیں رکھتے تھے۔)

سورۂ القلم میں اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ بیان فرمایا ہے جنہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ وہ رات کے وقت پھل توڑیں گے تاکہ ان مساکین کو باغ کے پھلوں کے حصے سے محروم کردیں جو

لے حاکم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کٹائی کے دن کچھ لینے کے لئے آجاتے تھے۔ ادھر انہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا، ادھر اللہ کا فوری عذاب نازل ہوا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ   إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ أَلَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ .... كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (القلم ۱۹۔۳۳)

وہ رات کو سو رہے تھے کہ بحکمِ خدا آگ نے سارا باغ جلا دیا جس سے وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو باغ کا پھل توڑنا ہے تو سویرے ہی باغ میں چلو۔ وہ چلے اور چپکے چپکے آپس میں کہہ رہے تھے کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس کوئی محتاج نہ گھسنے پائے۔ وہ سویرے ہی بڑے اہتمام کے ساتھ وہاں جا پہنچے اور دل میں سمجھتے تھے کہ وہ ضرور سب پھل توڑ لیں گے۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو راہ بھول گئے بلکہ ہم تو بدنصیب ہیں ..... یونہی ہُوا کرتا ہے عذاب اور آخرت کا عذاب تو کہیں بڑھ کر ہے کاش وہ جانتے (تو ایسا نہ کرتے)

قرآن مجید نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ مؤمنین کو مساکینِ معاشرہ کے خورد و نوش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھنے کی دعوت دے اور اُن کو بے سہارا چھوڑ دینے کی سزا سے ڈرائے بلکہ اس نے ہر مومن پر مسکین کا یہ حق ڈالا ہے کہ وہ دوسرے مومن لوگوں کو بھی مساکین کے خورد و نوش کا انتظام کرنے اور ان کے دیگر حقوق کا خیال رکھنے کی ترغیب دے اور کہا ہے کہ مسکین کے حق کو پورا نہ کرنا اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کے مترادف ہے اور اس کے غصّے کا موجب اُور آخرت میں جہنّم کے عذاب کا باعث ہے۔ چنانچہ اصحابِ شمال (بائیں والے) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ الحاقہ میں فرماتا ہے:-

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اصحاب الشمال کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

" اور وہ شخص جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، کہے گا" اے کاش! مجھے یہ اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ؛ اے کاش ! یہ (موت) کام تمام کرنے دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ اور میری سلطنت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۔" (الحاقہ آیت ۲۵ تا ۲۸)

اس کے بعد احکم الحاکمین ان کے بارے میں عذاب کا فیصلہ سناتے ہوئے کہتا ہے :۔

" پکڑو اس کو اور پہناؤ اس کو طوق۔ پھر اس کو دوزخ میں پھینکو۔ پھر اس کو ایک ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہو ۔" (الحاقہ آیت ۲۹ تا ۳۱)

پھر رب العزت اس اٹل فیصلہ کے اسباب کا ذکر فرماتے ہیں :۔

" بے شک وہ بزرگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا جو کسی مسکین کو کھانا کھانے کی ترغیب دلاتا ہے ۔" (الحاقہ آیت ۳۲، ۳۳)

یہ وہ آیات ہیں جو دلوں پر لرزہ طاری کرتی ہیں اور سینوں میں کپکپی پیدا کر دیتی ہیں اسی طرح کی ہیبت حضرت ابوالدردا رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طاری ہوتی ہے اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرماتے ہیں :

" اے ام الدردا، جب سے اللہ تعالےٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے، آگ کی ہنڈیاں جوش مار رہی ہیں (اور یہ جوش مارتی رہیں گی) یہاں تک کہ لوگوں کی گردنیں ان میں جا پڑیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے نصف (عذاب سے) ہمیں بچا لیا ہے پس اے ام الدردا، مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتی رہ ۔"

قرآن مجید کے نزول سے پہلے چشم عالم نے کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جس نے فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دلانے کو جہنم اور عذاب الیم کا موجب قرار دیا ہو ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترغیب نہ دینے کو جہنم رسیدگی اور عذابِ الیم کا موجب قرار دیا ہو۔

سورۂ ماعون میں اللہ تعالیٰ نے یتیم کو رنجیدہ کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے کو تکذیبِ دین کی علامات کہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (الماعون، ۱ تا ۳)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دینِ اسلام کو جھٹلاتا ہے یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دے کر نکالتا ہے اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے معاشرے کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے:۔

كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (الفجر، ۱۷، ۱۸)

ہرگز نہیں بلکہ تم ہی یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو کہ مسکین کو کھانا کھلائیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تحاضون (باہم دگر ترغیب دینا) کے الفاظ فرما کر سارے معاشرے کو دعوت دی کہ وہ مسکین کی دیکھ بھال کے معاملے میں باہم دگر تعاون و ترغیب سے کام لیں۔

جب اصحابِ شمال، جاہلین اور دینِ اسلام (یا روزِ جزا) کی تکذیب کرنے والے مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے اور اسے درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے تو پھر مؤمنین اور دینِ اسلام (یا روزِ جزا) کی تصدیق کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ فقراء و مساکین کی اعانت کریں خواہ انہیں دوسروں (یعنی جو لوگ سوسائٹی میں زیادہ مال و دولت والے ہیں ان) سے مال لے کر اُن (فقراء و مساکین) کی اعانت کرنی پڑے مبادا وہ مذکورہ آیات میں نازل شدہ وعیدِ الٰہی کی زد میں آجائیں۔ یہ اعانت ان فلاحی انجمنوں اور اجتماعی اداروں کے ذریعے کی جا سکتی ہے جو فقراء کی بہبود کے لئے بنائے گئے ہوں۔

ابنِ حزم کی رائے: جس شخص نے قرآن و سنت اور اقوالِ صحابہ و تابعین سے اس حق (فقراء و مساکین کا حق) کی کماحقہٗ وضاحت کی ہے وہ ظاہری فقیہ امام ابنِ حزم ہیں جو کہ اپنی فقہ میں قرآن و حدیث یا آثارِ صحابہ و تابعین کے نصوص کے ظاہر کو قابلِ اعتبار و اعتماد سمجھتے ہیں۔ کسی امام یا فقیہ کی رائے یا قیاس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کو نہیں مانتے۔ فقراء و مساکین کے حق کے سلسلے میں بھی انہوں نے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ سے ایسی نصوص پیش کی ہیں جو ثبوت کے اعتبار سے صحیح اور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور جن کے پیشِ نظر وہ پوری صاف گوئی سے اور بے لاگ طور پر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ لازم ہے کہ ہر علاقے کے دولتمندوں پر زکوٰۃ کے علاوہ کچھ زائد ٹیکس لگائے جائیں تاکہ فقراء کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو سکیں۔ وہ بنیادی ضروریات یہ ہیں:۔

۱۔ خوراک جو اس کے جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لئے کافی ہو۔

۲۔ لباس جو اس کی ستر پوشی کر سکے اور اس کے جسم کو گرمی یا سردی سے بچا سکے۔

۳۔ مکان جو اسے گرمی، بارش اور راہ گیروں کی تاک جھانک سے بچا سکے۔

بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس وغیرہ لگانا جائز نہیں۔ امام ابنِ حزم نے ایسے قطعی دلائل سے اس رائے کا توڑ کیا ہے کہ ردّ و اعتذار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی چنانچہ اپنی تصنیف "المحلّی" میں رقم طراز ہیں:

ہر علاقے کے دولت مند افراد پر فرض ہے کہ وہ وہاں کے فقراء کے نان و نفقہ کی ذمہ داری قبول کریں اور اگر وہ ایسا کرنے سے گریز کریں تو حاکمِ وقت انہیں اس پر مجبور کرے۔ اگر زکوٰۃ اور مسلمانوں کے دوسرے مالوں (صدقہ و خیرات وغیرہ) سے ان فقراء کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں تو پھر اُن کی خاطر دولت مند مسلمانوں پر اتنا ٹیکس لگایا جائے کہ جس سے ان کی خوراک، لباس جو گرمیوں اور سردیوں کے لئے ہو، اور جائے رہائش جو انہیں بارش، گرمی، سردی، سورج اور راہگیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے، کے لئے کافی ہو۔"

قرآنی دلائل: ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورۂ بالا قول کے قرآنی دلائل مندرجۂ ذیل ہیں:۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ (الاسراء: ۲۶)	رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسافر کو اس کا حق۔
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى	اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابتداروں
وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ	اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (النساء: ۳۶)

آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مسکین اور مسافر کا حق رشتہ داروں کے حق کے ساتھ مقرر فرمایا ہے اور والدین، قرابتداروں مسکینوں اور ہمسایوں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو فرض کیا ہے اور حسنِ سلوک کا تقاضا ہے کہ ان کی جملہ ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھا جائے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کا خیال نہ رکھنا بلاشبہ بدسلوکی کے مترادف ہے۔

ارشاداتِ نبوی: حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم سے بہت سے طُرق سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو روئے زمین کے انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔" جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو اور وہ دیکھے کہ اس کا مسلمان بھائی بھوکا ننگا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو بلاشبہ اس شخص نے اپنے بھائی پر رحم نہیں کیا۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ صُفّہ فقیر قسم کے آدمی تھے اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے، جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے۔ او کما قال۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔" ابو محمد فرماتے ہیں کہ جو شخص کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنے کسی بھائی کو بھوکا ننگا رہنے دے، اس نے اپنے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کرو۔"

قرآن مجید اور صحیح احادیث کی نصوص اس باب میں بہت زیادہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آثارِ صحابہؓ: حضرت ابو وائل شفیق ابن مسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے اُس وقت اس بات کا علم ہو جاتا جو بعد میں ہُوا ہے تو میں اغنیاء سے ان کی ضرورت سے زائد مال لے کر اسے مہاجر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔"

حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں فقراء کا جو حق مقرر فرمایا ہے وہ اتنا ہے جس سے فقراء کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ اگر اس کے باوجود فقراء بھوکے ننگے رہیں اور ان کی گزران مشکل ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اغنیاء اپنے مال میں سے فقراء کا حق ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ یہ حق رکھتا ہے کہ ایسے اغنیاء سے قیامت کے دن مواخذہ کرے اور انہیں سزا دے۔"

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔"

حضرت امّ المومنین عائشہ رضؓ، حسن ابنِ علی اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے ایک سائل سے فرمایا: "اگر تم ہماری خونبہا، کمرشکن قرض، رُسوا کن غربت کے سلسلے میں سوال کرتے ہو تو تمہارا حق واجب ہو گیا ہے۔" حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور دیگر تین سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق صحیح روایت ہے کہ ان کے توشے ختم ہو گئے تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے توشے دو توشہ دانوں میں جمع کریں۔ جب انہوں نے جمع کر دیئے تو حضرت ابو عبیدہ انہیں اس جمع شدہ توشے سے یکساں طور پر خوراک دینے لگے۔" حضرت شعبی، مجاہد، طاؤس وغیرہ کے متعلق صحیح روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں، "مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

ابنِ حزم فرماتے ہیں: "ہمارے علم میں نہیں کہ صحابہ اور تابعین وغیرہ میں سے کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کہی ہو، سوائے ضحاک بن مزاحم کے جو کہتے ہیں، "زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد مال میں ہر دُوسرا حق منسوخ ہو گیا ہے۔"

ابنِ حزم کہتے ہیں کہ ضحاک کی تو روایت ہی قابلِ حجّت نہیں، ان کی رائے کیسے قابلِ حجّت ہو سکتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اسے بطورِ دلیل پیش کرنے والے ضحاک خود ہی اس کے پہلے مخالف

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں اور ان کی رائے کے مطابق مال میں زکوٰۃ کے علاوہ مندرجۂ ذیل حقوق ہیں :-

ضرورت مند والدین، بیوی، غلام اور حیوان پر خرچ کرنا اور قرضوں کی ادائیگی کرنا اور خون بہا وغیرہ ادا کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب ششم

اسلام میں صدقہ و احسان کی اہمیّت

اسلام نے زکوٰۃ وغیرہ کے جو قوانین وحقوق مقرّر کئے ہیں وہ اُن سب سے بڑھ کر [illegible] نے والے انسان کے دِل کو ایک ایسے انسان کا دِل بنانا چاہتا ہے جو طلب سے کہیں زیادہ دیتا ہے اور جتنا اس پر خرچ کرنا واجب ہے اس سے کہیں زیادہ خرچ کرتا ہے بلکہ بے طلب وسوال عطا کرتا ہے اور خوشحالی و بدحالی میں شب و روز پوشیدہ طور پر اور علانیہ خرچ کرتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرتا ہے جو خود اسے اپنے لئے پسند ہو۔ بلکہ باوجود اپنی تنگدستی کے دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتا ہے اور مال کو مقصد نہیں بلکہ حصولِ مقصد کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ مال کو لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا ایک ذریعہ تصوّر کرتا ہے۔ اس کا دِل خیر و خوبی کا مرقّع بن جاتا ہے۔ وہ رضائے الٰہی اور ثواب کی نیّت سے نہ کہ حبِّ جاہ و شہرت کی خاطر یا حاکمِ وقت کی سزا کے خوف سے، خوب دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چند قوانین اور قواعد وضوابط ہی سب کچھ ہیں جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں وہ سطح بین ہیں اور انسان کی حقیقت سے ناآشنا۔ انسان کوئی مشین نہیں ہے کہ اسے گھمایا جائے تو وہ گھومنے لگے۔ کوئی پہیّہ نہیں ہے کہ اسے حرکت دی جائے تو وہ متحرک ہو جائے اور روکا جائے تو رک جائے۔ وہ تو ایک ایسا پیچیدہ ڈھانچہ ہے جو مادّہ اور رُوح، جسم اور جان، عقل اور جذبات اور افکار و احساسات سے مرکّب ہے۔ وہ تو ایک ایسا وجود ہے جو سوچتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے جو کسی چیز کو محسوس کرتا ہے اور اس کا شعور حاصل کرتا ہے، جو بعض چیزوں کو اختیار کرتا ہے اور انہیں دوسری چیزوں پر ترجیح دیتا ہے اور بعض کاموں کو کرتا ہے اور بعض کو ترک کرتا ہے اور جو بعض چیزوں یا لوگوں سے متاثّر بھی ہوتا ہے اور ان پر اثر انداز بھی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس وجودِ انسانی کے جملہ خصائص کا لحاظ رکھا جائے اور اس کے سازِ زندگی کے سارے تاروں پر زخمہ زنی کی جائے تاکہ ہم اس کے اِخلاق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور ضمیر کے ذریعے زندگی کے دوسرے قوانین اور قواعد و ضوابط کی کمی کو پورا کر سکیں۔

اسلام بحیثیت ایک دین ہونے کے صرف ان حقوق پر توجہ دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا جو کچھ قوانین و ضوابط کے تحت ہیں اور جن کے نفاذ کی ذمہ داری حکومتوں پر ہوتی ہے بلکہ انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو پر بھی توجہ دیتا ہے کیونکہ زندگی کا یہ پہلو اسلام کی نظر میں صرف کفالتِ باہمی کے مقصد کے حصول کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ نیک، رضائے الٰہی اور جنّت میں انبیاء کی رفاقت کے طالب انسان کی تربیت ہے جو مقاصدِ اسلام حاصل کرنا چاہتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

یہاں ہم کچھ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی نقل کرتے ہیں جو بشارت و انذار، ترغیب و ترہیب دعوتِ انفاق فی سبیل اللہ اور بخل و کنجوسی سے احتراز کی دعوت سے عبارت ہیں جو فنی اعتبار سے اتنی اعلیٰ اور ادبی لحاظ سے اتنی بلیغ ہیں کہ ان کی وعید جامد دلوں کو موم کر دیتی ہے اور ان کے وعدے (یعنی اُن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جنّت اور دیگر آرام و آسائش کے جو وعدے کئے ہیں) بند مٹھیوں کو حرکت میں لے آتے ہیں اور بھلائی ان سے پھوٹ نکلتی ہے اور جود و سخا کے لئے وہ کھل جاتی ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ (البقرہ ۲۴۵)	تم میں کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی، اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔
مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا	جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے ـــ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ

(الحدید: ۷)

بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الحشر: ۹)

اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (المنافقون)

خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے روزی دی تم کو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجاتی۔ تو پھر کہے اے میرے رب! کیوں نہ ڈھیل دی مجھ کو تھوڑی مدت کے لئے کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا

اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ۔ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۔ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (البلد ۱۱-۱۸)

مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔ اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو فقیر خاکسار کو۔ پھر ان لوگوں میں بھی داخل ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور لوگوں پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے۔ یہی لوگ صاحب سعادت ہیں

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ

اور باوجود یکہ ان کو خود طعام کی خواہش اور حاجت ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔
(البقرہ ۲۶۱-۲۶۲)

فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے نہ دکھ دیتے ہیں اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔
(البقرہ: ۲۷۴)

جو لوگ اپنے شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔
(آل عمران: ۱۳۳-۱۳۴)

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔

اے نبی! ان سے کہو میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے۔ وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ (الدھر: ۸-۱۰)

کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکرگزاری کے طلبگار۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) کریہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطر) کر دینے والا ہے۔

احادیثِ نبوی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ اس کا مال تو صرف وہ ہے جو اس نے کھا لیا اور ختم ہو گیا اور جو اس نے پہن لیا اور بوسیدہ ہو گیا اور جو اس نے راہِ خدا میں دے دیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہو گا وہ اسے دوسرے لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا (مسلم)

حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارثوں کا مال خود اپنے مال سے زیادہ پیارا ہے؟" صحابہؓ نے کہا "اے اللہ کے رسول، ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔" آپؐ نے فرمایا "بے شک تم میں سے ہر ایک کا اصل مال وہ ہے جسے تم راہِ خدا میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں ذخیرہ کر لو اور وارثوں کا مال وہ ہے جسے تم پیچھے چھوڑ جاؤ۔ (نسائی)

عدی ابنِ حاتم سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تم میں سے ہر شخص سے ہم کلام ہو گا۔ اس حال میں کہ اللہ اور اس شخص کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ پھر وہ شخص اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہو گا۔ بائیں طرف دیکھے گا تو بھی وہی نظر آئے گا۔ آگے دیکھے گا تو کچھ سوجھائی نہیں دے گا سوائے اس آگ کے جو اس کے سامنے ہو گی لہٰذا آگ سے بچو، اگرچہ ایک کھجور برابر صدقہ دے کر ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"اگر کوئی شخص اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور برابر صدقہ کرے اور حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑے احسن انداز سے قبول کرتا ہے، پھر اُسے صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لئے پالتا رہتا ہے (بڑھاتا رہتا ہے) جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے، حتیٰ کہ وہ (صدقہ) ایک پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صدقہ گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔" (ابو یعلیٰ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا" ایک شخص نے عرض کی "اے خدا کے رسُول! وہ کیسے؟" آپؐ نے فرمایا: "ایک نہایت مالدار شخص اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم لے اور صدقہ کر دے اور دوسرا شخص جس کے پاس کل دو درہم ہیں وہ اپنے مال میں سے ایک درہم صدقہ کر دے (تو قلیل المال شخص کا یہ ایک درہم کثیر المال شخص کے ایک لاکھ درہم سے اللہ کے نزدیک ثواب میں کہیں بڑھ کر ہوگا۔) (نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم)

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان جنت و دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔" (احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم)

قارئین کرام ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی مسلمانوں کی عملی زندگی کا دھارا بدلنے میں بالکل غیر مؤثر ہیں۔ نہیں بلکہ یہ تو انسان کے پاکیزہ ترین احساسات شریفانہ جذبات، بہترین عزائم اور نیک اعمال میں دلچسپی کی تربیت و تدریب میں مشعلِ راہ اور قوتِ دافعہ کا کام دیتی ہیں۔ اپنی اس بات کی تائید میں ہم تاریخِ اسلام سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

مفسرین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا "جب آیت مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ (ایسا بھی کوئی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے اور اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر عطا کرے) نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض طلب فرماتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں اے ابوالدحداح!" انہوں نے کہا "یارسول اللہ! اپنا ہاتھ دیجئے" پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر کہا "حضور! میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا۔" ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ابودحداح کے باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے اور ان کے بیوی بچے بھی اسی میں رہتے تھے۔ وہ اس وقت سیدھے باغ میں آئے اور آواز دی "اے دحداح کی ماں!" اس نے جواب دیا "لبیک!" ابودحداح نے کہا "بچوں کو لے کر باغ سے نکل آؤ کیونکہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔" (یعنی راہِ خدا میں دے دیا ہے)۔

امام احمدؒ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ تمام انصار میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ وہ اپنے تمام مال اور جائیداد میں "بیرحا" نامی باغ کو جو مسجدِ نبوی کے سامنے تھا، سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں جایا کرتے تھے اور اس کے کنوئیں کا عمدہ میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے) نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا "یارسول اللہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے اور میرا سب سے زیادہ عزیز مال ہی "بیرحا" نامی باغ ہے لہٰذا میں اس کو اس امید پر کہ جو بھلائی خداوند تعالیٰ کے پاس ہے وہی میرے لئے جمع رہے، خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اب اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھیں اس کو تقسیم کر دیں۔" آپؐ خوش ہو کر فرمانے لگے: "واہ وا! یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے۔ اس سے لوگوں کو بہت ہی فائدہ ہوگا۔" پھر فرمایا: "میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔" حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "بہت اچھا!" اور پھر اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں تقسیم کر دیا۔

انفاق فی سبیل اللہ کا یہ سلسلہ ہر دور میں مختلف درجوں پر جاری رہا ہے اور لوگوں نے تاریخ کے ہر دور میں اس کے نہایت اعلیٰ و عمدہ نمونے دیکھے ہیں کہ مسلمان کے نزدیک اللہ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دونوں کی خوشنودی اپنے خزانوں، سونے چاندی اور دنیاوی زندگی کی ہر متاعِ گراں بہا سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔

امام لیثؒ بن سعد کے بارے میں روایت ہے کہ ان کی آمدنی تقریباً ایک ہزار دینار فی یوم تھی۔ اس کے باوجود ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے مال کو اتنی دیر اپنے پاس نہیں رکھتے تھے کہ اس پر سال گزر جائے بلکہ جو بھی مال ان کے پاس آتا تھا وہ اسے صدقہ کر دیتے تھے اور راہِ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام لیثؒ ہر روز تین سو ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کرنے سے پہلے بات نہیں کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے کچھ شہد مانگا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے ایک مشکیزہ شہد کا دے دو۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ تو اس سے کم شہد پر بھی راضی ہو سکتی تھی۔ آپ نے جواب دیا "اس نے اپنی ضرورت کے مطابق سوال کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے مطابق دیا جو اس نے ہم پر کر رکھا ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن جعفر کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی حاجتمند سائل کو اپنے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں موڑا تھا۔ ان کے کسی ہم نشین نے یہ رویّہ اختیار کرنے پر انہیں بُرا بھلا کہا، تو انہوں نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عادت ڈال دی اور میں نے اس کے بندوں کو ایک عادت ڈال دی۔ اس نے مجھے اس بات کا خوگر بنایا کہ وہ مال و دولت دے اور میں نے اس کے بندوں کو اس بات کا عادی بنایا کہ میں انہیں مال دیتا رہوں۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اپنی عادت کو چھوڑ دیا تو وہ بھی اپنی عادت کو چھوڑ دے گا۔"

خیراتی وقف: صدقات میں سے اسلام نے جن چیزوں کی ترغیب دلائی ہے ان میں سب سے اہم صدقہ جاریہ ہے۔ دوسرے صدقات کی جزاء و ثواب کی نسبت صدقہ جاریہ کی جزاء امتیازی حیثیت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رکھتی ہے۔ چونکہ صدقہ جاریہ کے اثر اور فائدے میں ایک قسم کا دوام اور ہمیشگی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا ثواب صدقہ کرنے والے کی موت کے بعد بھی اس وقت تک اسے پہنچتا رہتا ہے جب تک کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان کا رشتۂ حیات ٹوٹ جاتا ہے تو سوائے مندرجہ ذیل تین اعمال کے تمام اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں:۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) دعائے خیر کرنے والا نیک بچہ۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی۔ آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: "اے اللہ کے رسولؐ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا ایک حصہ ہے (میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں) فرمایئے کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: "اصل (زمین) کو اپنے قبضے میں رکھو اور اس کی پیداوار پھل وغیرہ خدا کی راہ میں وقف کر دو۔" چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقراء، رشتہ داروں، قیدیوں، ناداروں اور مسافروں کے لئے اس زمین کی پیداوار پھل وغیرہ اس شرط پر وقف کر دیئے کہ نہ تو انہیں بیچا جائے، نہ ہبہ کیا جائے اور نہ حصہ وراثت کے طور پر دیا جائے۔ البتہ جو شخص اس وقف کا نگران مقرر کیا جائے اس کے لئے کوئی گناہ نہیں اگر وہ معروف طریقے سے اس میں سے کچھ لے کر کھا لے اور اپنی جائیداد نہ بنائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمین کی پیداوار وغیرہ خدا کی راہ میں وقف کر دینے کا حکم دے کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیراتی وقف کے لئے شرعی بنیاد مہیا کر دی ہے جو ہر دور کے مسلم معاشرے میں کافی موثر کردار ادا کرتی رہی ہے اور جو مسلمانوں کے دلوں میں بھلائی اور خلوص و خیر کے جذبات کو جاگزین کرنے کی ایک روشن مثال اور واضح دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے کی ضروریات میں سے کوئی ضرورت ایسی نہیں تھی جس کے لئے معاشرے کے اہلِ ثروت نے اپنی دولت کا کچھ حصہ وقف نہ کر دیا ہو۔

یہ اوقاف اپنی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے بجا طور پر نظامِ اسلامی کے لئے باعثِ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صد افتخار تھے۔ فقراء اور ناداروں کے لئے محتاج خانے قائم کر دیئے گئے جو اُن کی خوراک اور لباس کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ خیراتی شفاخانے کھول دیئے گئے جو فقراء اور اہلِ حاجت کے لئے علاج معالجے اور دوا دارو کی سہولتیں مہیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے لئے سفر وغیرہ کی سہولتیں بھی مہیا کی گئیں۔

مسلمان اس تلاش میں رہتے تھے کہ معاشرے میں کون کونسی ضروریات ایسی ہیں جن پر فرج کیا جائے، پھر وُہ ان کے لئے اپنے مالوں اور جائیدادوں کے کچھ حصّے وقف کر دیتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے بیمار جانوروں کے علاج اور گمشدہ (بے آقا) کتّوں کی خوراک وغیرہ کے لئے اوقاف قائم کئے۔ جب بے زبان جانوروں کے بارے میں مسلمانوں کا یہ رحمدلانہ طرزِ عمل تھا تو پھر اس اشرف المخلوقات انسان کے بارے میں ان کا نقطہ نگاہ کیا ہوگا؟

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں اگر مسلم معاشرے میں یتیموں، شکستہ حال لوگوں، اندھوں، ناداروں اور دیگر مجبور اور آفت رسیدہ محتاجوں کے لئے اوقاف کا ایک نہایت وسیع نظام قائم ہو جائے۔

ہم یہاں مصر کے عہدِ ممالیک کی ایک تاریخی دستاویز کا متن پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، وُہ دستاویز "قلاوون" کے شفا خانے کا وقف نامہ ہے۔ وقف نامہ ایک سرکاری کاغذ ہوتا ہے جس پر وقف کرنے والا اپنے وقف کے متعلق ہر چیز تحریر کرتا ہے اور اس کے حدود مقرر کرتا ہے اور مسلمانوں میں سے کسی عادل اور نیک آدمی کو اس پر گواہ بنایا جاتا ہے تاکہ جس شخص کی نگرانی میں وقف ہو وُہ ان حدود کا پُورا التزام کرے۔ وقف کے نگران کو "ناظر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مذکورہ شفاخانے کے وقف نامے میں لکھا ہے:

"یہ شفاخانہ بیمار مسلمان مردوں اور عورتوں کے علاج معالجے کے لئے تعمیر کیا گیا ہے خواہ وہ خوشحال و دولتمند ہوں یا فقیر محتاج، قاہرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں رہتے ہوں یا باہر سے آئے ہوئے ہوں، اپنی ہم جنسوں اور بیماریوں اور امراض کے اختلاف کے باوصف وہ اس ہسپتال میں اکٹھے یا علیحدہ علیحدہ اور بڑھاپے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور جوانی کے عالم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ وہ مریض مرد اور عورتیں جو فقیر اور محتاج ہوں گے، اپنی کامل صحت یابی تک اپنے علاج کے لئے اس میں مقیم رہیں گے اور ہسپتال میں علاج وغیرہ کے لئے جو کچھ مہیا ہوگا وہ ہر اپنے اور پرائے اور مقامی اور مسافر پر غیر مشروط طور پر خرچ کیا جائے گا۔

اور ناظر اس وقف کی آمدنی سے مریضوں کی ہر ضرورت پر خرچ کرے گا مثلاً بستر، لحاف اور گدّے وغیرہ۔ ہر مریض کے لئے اس کے مرض اور حالت کے مطابق چارپائی اور بچھونا مہیا کرے گا۔ تمام مریضوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ کے خوف اور اس کی اطاعت کو پیش نظر رکھے گا اور ان کو اپنی رعایا سمجھتے ہوئے ان کی بھلائی اور بہتری کے لئے پورے خلوص سے جدوجہد کرے گا کیونکہ ہر راعی اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔

مریضوں کے لئے مرغ، چوزے اور دیگر گوشت وغیرہ پکانے کا انتظام ہسپتال کا مطبخ کرے گا۔ ہر مریض کے لئے جو کچھ پکایا جائے گا وہ اس کے لئے ایک خاص کٹورے میں ڈھانپ کر رکھ دیا جائے گا۔ کوئی دوسرا مریض اس میں سے کچھ نہیں لے سکے گا۔ جب سب مریضوں کے لئے کھانا تیار ہو جائے گا تو ہر مریض کو اس کا کھانا دے دیا جائے گا۔ رات دن کا جو کھانا ڈاکٹر صاحب ان کے لئے تجویز کریں گے وہ انہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

ناظر اس وقف کی آمدنی سے ان مسلمان ڈاکٹروں کی تنخواہیں وغیرہ بھی دے گا جو اکٹھے یا باری باری مریضوں کی دیکھ بھال کا کام انجام دیں گے اور ان سے ان کے احوال (یعنی مرض میں افاقہ یا شدت) وغیرہ پوچھیں گے اور کھانے پینے کی جو چیز بھی مریض کے لئے موزوں ہوگی وہ اس کے نسخے میں لکھیں گے اور اجتماعی طور پر یا باری باری ہر روز رات کو ہسپتال میں رہیں گے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مریضوں کا علاج اور دیکھ بھال کریں گے۔

اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بیمار ہو اور محتاج ہو تو ناظر شفاخانہ ہذا اسے شربت، ادویہ اور معجونیں وغیرہ جن کی اسے ضرورت ہو، مہیا کر سکتا ہے اور اسے اس معاملے میں خرچ کرتے وقت کنجوسی سے کام نہیں لینا ہوگا۔"[1]

یہ تاریخی دستاویز اس دور کی ہے جسے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے سنہری ادوار کے مقابلے میں پستی اور پسپائی کا دور سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] منقول از لیس من الاسلام مؤلفہ محمد الغزالی ص ۲۱، ۲۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب ہفتم

اسلامی نظامِ معیشت کی کامیابی کیلئے چند ناگزیر شرائط

اسلامی نظامِ معیشت صرف اسی وقت حسبِ منشاء نتائج پیدا کر سکتا ہے جب ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آجائے جس میں نظامِ اسلام اور شریعتِ الٰہی زندگی کے اقتصادی، اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی شعبوں میں پوری طرح لاگو ہوں۔

اگر یہ کہا جائے کہ اسلام اس معاشرے میں معاشی مسئلے کو حل کرے جس میں غیروں کے نظامِ زندگی کی عملداری ہو۔ وہ نظامِ زندگی جو کچھ تو مشرق سے درآمد شدہ ہو اور کچھ مغرب سے اور اس میں اسلامی نظام کے کچھ اجزاء کی پیوندکاری کی گئی ہو تو یہ عدل و انصاف کے منافی اور غیر منطقی بات ہو گی۔

غربت کو دور کرنے کے لئے اولین ہتھیار عمل ہے اور انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی کام کرے جس کے ذریعے وہ خود کفیل ہو سکے۔ مگر کیا کام سے وہ مطلوبہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اگر آدمی وہ کام کرے جسے وہ اچھی طرح نہ کر سکتا ہو یا اگر اچھی طرح کر سکتا ہو تو اسے محنت کے مقابلے میں کم معاوضہ ملتا ہو یا ایسا ہو کہ معاوضہ تو اسے پورا ملتا ہو مگر اسے ایسے مواقع نہ ملتے ہوں کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور قوتِ تخلیق کا اظہار کر کے ترقی کر سکے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ محنت بھی کرتا ہو اور اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر ایجاد و اختراع کا حق بھی ادا کرتا ہو۔ مگر اسے اپنی محنت اور حسنِ عمل کے مطابق صلہ نہ ملتا ہو اور اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جاتی ہو۔ بلکہ اسے انتقامی طور پر اس سے حسد کرتے ہوئے اپنے جائز مقام سے بھی نیچے دھکیل دیا جاتا ہو اور محض جانبداری سے کام لے کر یا اپنی من مانی کر کے اور بظاہر بڑوں اور دل کے چھوٹوں کی خوشنودی کے لئے غیر مستحق شخص کو اس مقام پر فائز کر دیا جاتا ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کام کرنے والے کو اپنی محنت کا صلہ مناسب ہی ملتا ہو مگر جس معاشرے میں وہ رہ رہا ہو اس کا طرزِ زندگی ہی ایسا ہو جو اسے اس بات پر مجبور کر دے کہ وہ ان چیزوں پر اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کر دے جن میں معاشرے یا خود اس کے لئے کوئی فائدہ یا بہتری نہ ہو۔ میرے کہنے کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مطلب یہ ہے کہ تعیشات، گھٹیا عیش و نشاط، لذائذ جسمانی، لباس، دوستانہ تعلقات، سگریٹ، سینما تھیئٹر، رقص و سرود کی محفلوں وغیرہ جیسی مکروہ اور حرام چیزوں پر اتنا خرچ ہو جائے کہ فرد اور اس کے کنبے کی حقیقی ضروریات کے لیے برائے نام ہی کچھ بچتا ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گمراہ اور کج رو نہ ہو مگر جس معاشرے میں وہ زندگی بسر کر رہا ہو اس میں اجارہ داری (MONOPOLY)، سود اور استحصال کا دور دورہ ہو اور ظلم و استبداد اور فتنہ و فساد کا سکہ چلتا ہو اور اسے جو بھی چیز خریدنی ہو وہ بلیک مارکیٹ میں خریدنی پڑے، وہ کوئی کام رشوت کے بغیر نہ کروا سکتا ہو، اگر اسے قرضے کی ضرورت پڑے تو بلا سود کہیں سے نہ ملتا ہو۔

جب وہ جانی یا مالی طور پر کسی آفتِ ناگہانی سے دوچار ہو جائے اور قدرت و طاقت کے باوجود کام کرنے سے عاجز ہو جائے یا اس کا وہ سرمایہ ہی جاتا رہے جس سے وہ حلال روزی کما سکتا ہے اور پھر وہ قرض لینے پر مجبور ہو جائے اور غارمین (مقروض لوگوں) میں شمار ہونے لگے تو پھر وہ کیا کرے گا اور معاشرہ اُس کے متعلق کیا موقف اختیار کرے گا؟

اِن حقائق کے پیشِ نظر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ غیر اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی حکومت کے اندر کوئی شخص پوری طرح محنت مزدوری کر کے بھی خوشگوار زندگی کی ضمانت حاصل نہیں کر سکتا جب اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے گا جس کی تنظیم اور نگرانی کا کام ایک اسلامی حکومت کے سپرد ہوگا اور پھر محنت اور محنت کاروں کے حالات ہی کچھ اور ہوں گے۔

۱۔ اسلامی حکومت، لوگوں کو کام مہیا کرنے اور ہر کام کرنے والے کو اپنے مخصوص پیشے یا کام کی لازمی تربیت کا انتظام کرے گی تاکہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے۔

۲۔ وہ ہر کاریگر کو اس کے مخصوص میدانِ کار میں رکھے گی تاکہ بہترین نتائج حاصل کیے جا سکیں۔

۳۔ ہر کام کرنے والے کو وہ تمام آلات و اوزار مہیا کرے گی جو کم سے کم محنت اور وقت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار میں مدد دے سکیں۔

۴۔ اسلامی حکومت ہر کام کرنے والے کو اس کی محنت اور ضرورت کے مطابق اجرت کی ضمانت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دے گی خواہ یہ اجرت کتنی بھی ہو۔ اسی طرح ہر کاریگر کو اپنی مصنوعات میں حقِ ملکیت کا موقع بھی فراہم کیا جائے گا اور وہ اپنے بعد اپنی اولاد کو اُن کا وارث بنا سکے گا۔

۵۔ جب کوئی کام کرنے والا اپنی اجرت، مختانہ یا منافع سے اپنی اور اپنے اہلِ کنبہ کی ضروریات پوری نہ کر سکے گا تو اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی۔

۶۔ اگر وہ کسی آفت ناگہانی کے باعث قرض لینے پر مجبور ہو گیا تو وہ "غارمین" میں شمار ہوگا اور مالِ زکوٰۃ کا حق دار ہوگا۔

۷۔ یہ سب کچھ صرف اسی وقت ہو سکے گا جب صحیح اسلامی طرزِ زندگی کو اپنایا جائے گا جس میں شراب و شاہد، رنگین شاموں، فضول لباس اور فساد و خرابی پیدا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان چیزوں سے نسلِ انسانی ہلاکت و تباہی سے دوچار ہو جاتی ہے اور افرادِ معاشرہ صحیح اور صالح زندگی کی ضروریات کے مقابلے میں کہیں زیادہ تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آج کے مسلم معاشرے میں نظامِ زکوٰۃ کا نفاذ: فرض کیجئے آج کوئی معاشرہ جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتا ہے، نظامِ زکوٰۃ کو نافذ کرنا چاہتا ہے۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ میری رائے میں اس کا نتیجہ مندرجہ ذیل ہوگا۔

۱۔ اتنی مقدار میں زکوٰۃ جمع ہوگی کہ وہ افلاس کا مقابلہ کرنے کے لئے ناکافی ہوگی۔ اس کمی کے کئی اسباب ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل دو بڑے اہم ہیں:

اولاً: لوگ حکومت کو زکوٰۃ ادا کرنے سے کترائیں گے کیونکہ حکومت نے پہلے ہی بہت سے ناقابلِ برداشت قسم کے ٹیکس لگا رکھے ہیں اور حکومتیں جو زکوٰۃ جمع کریں گی اور کتاب و سنت کی عمل داری کا اہتمام نہیں کریں گی۔ ان پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ چکا ہوگا۔ نیز انہیں یہ خیال ہوگا کہ زکوٰۃ کی رقم شریعت کی رُو سے جائز کاموں پر خرچ ہونے کے بجائے محض سیاسی مقاصد کے حصول پر صرف کی جائے گی جیسا کہ اکثر ٹیکسوں کی رقم کی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلم معاشرہ کے افراد کی ایک کثیر تعداد دینی احکام کی پابندی قبول کرنے کے جذبے اور شعورِ اسلامی سے غیر اسلامی فکری یلغار کے باعث محروم ہو چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ثانیاً، قومِ مسلم کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ اس کے پاس اتنی دولت یا آمدنی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو سکے۔ اور یہ اثر ہے اس طرزِ حیات کا جسے دورِ حاضر کے مسلمان اپنائے ہوتے ہیں۔ وہ طرزِ حیات ہے ان غیر ملکی کفار کا جن کی مسلمان اندھی تقلید کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ سانپ کے بل میں انگلی ڈالیں گے تو یہ بھی ڈالیں گے۔ اور وہ طرزِ زندگی تعیشات، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور ناجائز اور حرام لہو و لعب میں فضول خرچی اور اسراف پر تمام ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کی اس تھوڑی سی مقدار کا ایک حصہ انتظامی پیچیدگیوں اور ظاہری ٹھور نمائش پر توجہ دینے کے باعث دفاترِ زکوٰۃ، سامانِ نوشت و خواند اور زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے لئے رکھے گئے ملازموں پر خرچ ہو جائے گا۔ یوں زکوٰۃ فقراء و مساکین تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی

۳۔ چونکہ حکام اور عوام کو اسلامی طرزِ زندگی کی کوئی تربیت نہیں دی گئی اور ان کے قلب و ضمیر کو مسلمان نہیں کیا گیا لہٰذا تقسیمِ زکوٰۃ کے وقت گڑبڑ اور دھاندلی ہو گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اکثر مستحقینِ زکوٰۃ تو زکوٰۃ سے محروم رہ جائیں گے اور غیر مستحق لوگ زکوٰۃ لے جائیں گے۔

۴۔ آخر کار نتیجہ یہ ہو گا کہ صرف زکوٰۃ سے معاشرے کے جملہ فقراء و مساکین کی ضروریاتِ زندگی پوری نہیں ہو سکیں گی بلکہ ان میں سے صرف وہ تھوڑے سے لوگ ہی زکوٰۃ سے فائدہ اٹھا سکیں گے جنہیں تقسیمِ زکوٰۃ کے وقت کچھ رقم مل جائے گی۔ اس کے بعد نظامِ زکوٰۃ کے بارے میں عام لوگ شکوہ و شکایت کرتے ہوئے اس کی عدمِ افادیت کے قائل ہو جائیں گے اور یوں اسلام کے پورے نظامِ زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات کی راہیں کھل جائیں گی۔

مذکورہ بالا تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے احکام و تعلیمات کے ساتھ دورِ حاضر کے کسی غیر اسلامی، کافرانہ نظام کا جوڑ لگانے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور کسی اخلاقی بیماری کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے معاشی مسائل تو اسی وقت حل ہوں گے جب ہم اسلامی نظامِ حیات کو ایک ناقابلِ تقسیم وحدت کے طور پر اپنائیں گے۔ اسلام افراد کے معاشی مسائل حل کرنے کے لئے فرد کو کام کرنے اور اپنی قوتِ اختراع و ایجاد سے پورا پورا فائدہ اٹھانے پر ابھارتا ہے۔ ذہنی ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بلکہ بعض حدود و قیود کا پابند کر کے اس کی حفاظت بھی کرتا ہے تاکہ معاشرے میں ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان پہنچنے نہ پائیں۔ وہ فرد کے لئے حقِ میراث مقرر کرتا ہے تاکہ وہ اپنے بعد اپنی اولاد کے بارے میں مطمئن رہے۔ یوں اسلام فرد کے لئے ترقی کا ایک وسیع دائرۂ کار مہیا کرتا ہے جس میں وہ اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا اظہار کر کے کسی فن میں کمال و تفوق حاصل کر سکتا ہے۔ دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے اور ان سے استفادہ بھی کر سکتا ہے اور مال کی حیثیت اسلام کے نزدیک ایک نیک انسان کے ہاتھ میں اصلاح و فلاح کے ایک ذریعہ کی ہے۔ اسلام یہ سب کچھ اس لئے کرتا ہے کہ ساری مسلم سوسائٹی کی مجموعی دولت میں اضافہ و ترقی ہو اور وہ جملہ افرادِ معاشرہ کے لئے مفید ہو۔

اسلام فرد کو حقِ ملکیتِ ذاتی، کوئی کام کرنے اور اپنی قوتِ تخلیق و ایجاد کو بروئے کار لانے کی جو آزادی عطا کرتا ہے، وہ یہ آزادی عطا کرتے وقت سرمایہ دارانہ نظام کی طرح سوسائٹی کے مفاد و مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ فرد اور سوسائٹی کے درمیان ایک منصفانہ توازن قائم کرتا ہے کہ فرد اور معاشرے دونوں کو اپنا اپنا حق ملتا ہے اور وہ بلاکم و کاست اپنے فرائض بجا لاتے رہیں۔

اسلامی نظام میں مال و دولت کا مالکِ حقیقی خدا تعالیٰ ہے اور عرفِ عام میں مال کا جو مالک ہوتا ہے وہ دراصل اس مال کا امانت دار ہوتا ہے جسے اس مال میں تصرف کی کھلی چھٹی نہیں بلکہ وہ اس کے خرچ کرنے میں مال کے حقیقی مالک کے احکام و ہدایات کا پابند ہے۔ یہ مالک وہ ہے جو سب بندوں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر، کا پروردگار ہے اور وہ ان پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی ایک ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ نظام جسے بندوں کے پروردگار نے مال کی حفاظت، اس میں کسی کام میں لگانے، اس کی گردش و تقسیم اور اس کے خرچ و تصرف کے لئے بنایا ہے، سب افرادِ معاشرہ یعنی ساری قوم خواہ وہ غریب ہو یا امیر کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہے۔

اس نظام نے مال کو ضائع کرنے اور اس کو بے جا خرچ کرنے سے روکا ہے اور فضول خرچی اور اسراف کو حرام کہا ہے۔ اور فضول خرچوں کو شیطان کے بھائی کہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ قانون بنا دیا ہے کہ کسی نادان، فضول خرچ اور مال کو ضائع کر دینے والے کے حوالے کوئی مال نہ کیا جائے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا سورۃ النساء: ۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو۔"

اس نظام نے ایسی عیش وعشرت کی زندگی پر بھی قدغن لگائی ہے جو قوموں کو ناز ونعمت میں کھیلنے والی اقلیت اور دنیا کی نعمتوں سے محروم اور غم وحسد کی آگ میں جلنے والی اکثریت میں تقسیم کر دیتی ہے اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والے ہدایت اور اصلاح کی راہ کا سنگِ گراں بن جاتے ہیں جن کا دستور العمل یہ ہوتا ہے: اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (ہدایت اور خیر و صلاح کا جو پیغام اور پروگرام تم لے کر آئے ہو، ہم اس کے منکر ہیں) اور ان کی یہی عیش پرستی ساری قوم کے بگاڑ اور تباہی و بربادی کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (اسراء: ۱۶)

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

عیش وتنعم کی زندگی گذارنے سے باز رکھنے کے اسی اصول کے تحت اسلام میں سونے چاندی کے برتن اور دیگر اسی طرح کی اشیاء رکھنے کو حرام کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ چیزیں متکبر لوگوں کے گھروں میں عیش پرستی کی علامات ہیں۔ اس طرح مردوں کے لئے سونے اور ریشم کا پہننا بھی اسلام میں حرام ہے۔

نظامِ اسلام میں احتکار اور سود بھی حرام ہیں کیونکہ سرمایہ داری کا وجودِ نامسعود انہی دو ٹانگوں پر کھڑا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اشیائے خورد و نوش کو چالیس دن تک محض نفع اندوزی کی خاطر روکے رکھا اس نے اللہ سے اپنی بیزاری اور اللہ نے اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا۔

قرآنِ مجید میں صاف طور پر یہ اعلان موجود ہے کہ سود خوار جب تک توبہ نہ کرلیں۔ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے خلاف برسرِ جنگ متصور ہوں گے۔ اور اگر وہ توبہ کرلیں تو انہیں صرف اپنے اصلی مال ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملیں گے۔ نہ وہ کسی پر ظلم کریں گے اور نہ ان پر ظلم کیا جائے گا۔ احتکار اور سود کا تو بلاشبہ یہ معنی ہے کہ معاشرے کے دولت مند افراد غریبوں اور ناداروں کا خون چوستے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امیر امیر تر ہو جاتا ہے اور فقیر و غریب غریب تر۔

اسلام نے روپے پیسے کو جمع کرنے اور اسے بیکار پڑا رہنے دینے کی بھی شدت سے مذمت فرمائی ہے اور ہر قسم کے نقد مال پر اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے، زکوٰۃ فرض کی ہے خواہ اس مال کا مالک اس سے نفع اندوز ہو یا نہ ہو۔ اس ترکیب سے مال داروں کو اس بات پر مجبور کیا گیا ہے کہ وہ ہر جائز کاروبار اور تجارت میں اپنے مالوں کی سرمایہ کاری کریں۔ ایسا نہ ہو کہ مرورِ مہ و سال کے ساتھ ساتھ اسے زکوٰۃ ہی ختم کر دے۔

اسلامی نظامِ زندگی میں لوگوں کے باہمی معاملات میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا فرض ہے۔ اسلام نے مالک اور ملازم، آجر اور اجیر، خریدار اور فروخت کنندہ اور مال پیدا کرنے والے (PRODUCER) اور صارف (CONSUMER) کے باہمی تعلقات کو نظم و ضبط کے پابند رکھنے کے لئے نہایت دور رس اور منصفانہ قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر حق دار اپنا حق لیتا ہے اور کوئی فرد یا گروہ کسی دوسرے فرد یا گروہ کے حقوق پامال کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

نظامِ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ قومی دولت کو بڑھائے اور اسے غیر نفع بخش مصارف میں ضائع ہونے سے بچانے کو فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام قوم کی قوتوں اور دولت اور افرادِ قوم کی کوششوں کو شراب نوشی، لہو و لعب، رنگ و رامش اور دیگر ظاہری اور باطنی فواحش میں ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔ جو قومی قوتیں اور دولت ان فضول اور باعثِ فتنہ و فساد کاموں میں صرف ہوتی ہیں، اسلام اپنے قوانین و احکام کے ذریعے انہیں فسق و فجور اور فتنہ و فساد میں ضائع ہونے سے بچا کر ان کا رخ قومی پیداوار میں اضافہ کرنے کی طرف موڑ دیتا ہے۔

وہ قوم جو اپنے دن کا آغاز اس طرح کرتی ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر وضو کر کے نماز ادا کرتی ہے اور وہ خوش باش اور چاق و چوبند ہوتی ہے، لامحالہ اس کی قومی پیداوار اس قوم کے مقابلے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں بہت زیادہ ہو گی جو اپنی نصف شب یا اس سے بیشتر حصہ فسق و فجور، شہوت پرستی اور لہو ولعب میں گزار کر جب صبح بادلِ نخواستہ نیند سے بیدار ہوتی ہے اور اپنے کاموں پر جاتی ہے تو وہ بد مزاج، کسل مند اور کم ہمت ہوتی ہے۔

اسلامی نظام اپنی فطرت و مزاج کے اعتبار سے ایسا ہے کہ اگر اسے پورے طور پر نافذ کر دیا جائے تو جس معاشرے میں اسے نافذ کیا جائے گا اس کی قومی دولت میں اضافہ ہو گا۔ اور اس میں بیکار افراد اور فقراء کی تعداد نسبتاً کم ہو گی اور جب کسی قوم میں فقراء کی تعداد کم ہو جائے، قومی دولت میں اضافہ ہو اور اس کے مالدار لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرنے میں صحیح راہ اختیار کریں تو اس میں معاشی مسائل آسانی سے حل ہو جاتے ہیں بلکہ یہ مسائل کبھی پیدا ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوں تو ایسی صورت اختیار نہیں کرتے کہ معاشرے کے لئے ایک مستقل خطرہ بن جائیں۔ جیسا کہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ معاشروں میں ہو رہا ہے۔ وہاں بہت سے انقلابات آتے ہیں اور حق و ناحق تباہی و بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر سرمایہ داری اور جاگیرداری کے ظالمانہ نظاموں کی کوکھ سے ایسے نظام جنم لیتے ہیں جو ان نظاموں سے زیادہ ظالمانہ اور باعثِ فتنہ و فساد ہوتے ہیں۔ یہ ہیں نقاب پوش کمیونزم یا اشتمالیت کے نظام جو پرانے افلاس کا علاج نئے افلاس سے کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو وہ تبدیلی لاتے ہیں یہ ہے کہ وہ فقر و غربت کو ساری قوم پر یکساں طور پر ٹھونس دیتے ہیں، سوائے اس چھوٹے سے گروہ کے جو ہیئتِ حاکمہ کے ارکان، فنکاروں (ARTISTS) اور ملک میں رائج نظام کے پشت پناہ ماہرین پر مشتمل ہوتا ہے۔

اسلام افلاس کا تعاقب قوانین و احکام کے ذریعے کرتا ہے اور غرباء کو مالدار بنانے کے لئے مختلف وسائل بروئے کار لاتا ہے۔ اگر اسلامی حکومت میں کچھ فقراء و غرباء رہ جائیں تو وہ کسی صورت میں ایک طبقہ نہیں قرار دیئے جا سکتے جسے طبقۂ فقراء کہتے ہیں۔ طبقاتی تقسیم کی شرط یہ ہے کہ وہ قانون اور روایات کی مدد سے نسلاً بعد نسلٍ چلتی رہتی ہے۔ مگر اسلام کے قوانین اور مختلف زمانوں میں اس کے ماننے والوں کی قائم کردہ روایات معاشرے کے کسی خاص گروہ پر فقر و غربت کو اس طرح ٹھونس نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیں کہ بیٹے اور پوتے اپنے آباؤ اجداد کے ورثے میں پائیں۔ اسلامی سوسائٹی میں فقر و غربت کوئی دائمی اور مستقل چیز نہیں بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک فرد سے دوسرے فرد کو منتقل ہوتی رہتی ہے کبھی چشم ظاہر بیں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور بالآخر بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ فقرا بھی تو آخر افراد ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جو افراد آج فقیر ہیں کل غنی بن جائیں کیونکہ اسلامی معاشرے میں منصفانہ مواقع اور جائز چیزوں کے حصول کی تگ و دو کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں۔ ان یکونوا فقرآء یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ النور: ۳۲)۔ "اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر کر دے گا" اور سیجعل اللہ بعد عسر یسراً (الطلاق: ۷)۔ "اللہ تعالیٰ عنقریب بدحالی کے بعد خوشحالی کر دے گا۔"

اسلامی سوسائٹی میں افلاس کے سبب مفلس کی عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور نہ اس کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں کیونکہ اسلام نے اپنے افرادِ معاشرہ کو یہ تعلیم دی ہے جن میں خود فقراء بھی ہیں کہ معاشرے میں عزت و احترام کا معیار دولت و ثروت اور دیگر منقولہ و غیر منقولہ جائیداد یا سیم و زر نہیں بلکہ علم و ایمان، تقویٰ اور اعمالِ صالح ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىکُمْ (الحجرات: ۱۳)	بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔
یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ: ۱۱)	اللہ تعالیٰ تم میں سے اہلِ ایمان اور اہلِ علم کے درجات بلند کر دے گا۔
وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ	اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اور بدکار برابر نہیں۔

دورِ جاہلیت کے عرب معاشرے میں افراد کی قدر و عزت کے پیمانے مال و دولت اور جاہ و حشمت تھے۔ جتنا کوئی شخص صاحبِ دولت و حشمت ہوتا تھا اتنا ہی وہ قابلِ قدر و عزت ہوتا تھا حتیٰ کہ اس سوسائٹی کے لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر سب سے پہلا جو اعتراض کیا تھا وہ یہی تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیر و غریب ہیں اور کہتے تھے کہ کاش وحیِ الٰہی مکّہ و طائف کے دو مشہور دولت مندترین آدمیوں یعنی ولید بن مغیرہ قرشی اور عُروہ بن مسعود ثقفی میں سے کسی ایک پر نازل ہوتی قرآن مجید کی سورہ زُخرف میں ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۔ (زخرف: ۳۱)

اور وہ کہتے ہیں کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن کسی آدمی پر جو ان دونوں شہروں میں سے عظمت والا ہو۔

جب اسلام آیا تو اس نے انسانی قدر و عزت کے ان غلط پیمانوں کو غلط قرار دے دیا اور یہ واضح کیا کہ انسانیت کا حقیقی جوہر ایمان و عمل میں ہے نہ کہ گوشت پوست یا سیم و زر اور زیب و زینتِ ظاہری میں۔ چنانچہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پراگندہ بال اور غبار آلود چہروں والے ہیں اور چیتھڑوں میں ملبوس ہیں، کوئی انہیں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا لیکن اگر وہ مشیّتِ ایزدی کے خلاف قسم کھالیں تو اللہ انہیں سچا کر دکھائے۔ اس کے برعکس آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں، قیامت کے روز ایک بڑا موٹا تازہ گرانڈیل آدمی آئے گا۔ مگر اللہ کے نزدیک اس کی وقعت ایک مچھر کے برابر بھی نہ ہوگی۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ "فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا" (سو ہم قیامت کے روز ان کے لیے وزن قائم نہیں کریں گے)۔

چونکہ لوگ نظری اصولوں کی نسبت عملی واقعات پر زیادہ یقین رکھتے ہیں اس لئے ہم یہاں چند زندہ عملی مثالیں پیش کرتے ہیں جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں کہ اسلامی نظام نے غربت و افلاس پر کس طرح قابو پایا اور آزادیٔ فکر و عمل اور عدل و انصاف کے تحت کس طرح خوشحالی اور امن و امان کا دور دورہ ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش حالی، امن و امان اور زندگی کی آسائشوں کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزہ کے طور پر ان کے بارے میں بتا دیا تھا۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیِ الٰہی کے ذریعے اس نظامِ زندگی کے مزاج و ماہیت سے امت کو روشناس کرا دیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت، رحمت اور نعمت بنا کر آپؐ کے ذریعے بھیجا تھا۔ یہ نظامِ زندگی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آج بھی بہترین نتائج و ثمرات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر اسے اچھی طرح اور مکمل طور پر نافذ کیا جائے اور اس کے احکام و ہدایات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ اس نظامِ حیات کے نفاذ کے نتیجے کے طور پر دولت کی فراوانی، ہمہ گیر امن و امان اور اجتماعی بہبود کا دور دورہ ہوگا حتیٰ کہ جب اسلام کا نظامِ زندگی مستحکم طور پر قائم ہو جائے گا اور روئے زمین پر اس کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی تو افرادِ معاشرہ میں صدقہ و زکوٰۃ کا استحقاق رکھنے والا یا اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

صحیح بخاری میں عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ میں آنحضور صلی اللہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے فاقہ کشی کی شکایت کی۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور راہ زنی کی شکایت کی۔ (چونکہ عدی اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور رسولِ خدا کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں وہ متزلزل اور دل برداشتہ نہ ہو جائے اس بات سے کہ اہلِ اسلام تو کمزور اور فقر و تنگ دستی کا شکار ہیں اور ان کے ملک میں امن و امان نہیں اس لئے آپؐ نے اسے قبولِ اسلام کی ترغیب دلانے اور اپنے عزم و ارادہ میں ثابت قدم رکھنے کے لئے وہ ساری بشارتیں سنائیں جو حدیث میں مذکور ہیں) آپؐ نے فرمایا: "اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟"

اس نے کہا: "میں نے دیکھا تو نہیں، سنا ضرور ہے۔"

آپؐ نے فرمایا "اگر تم زیادہ دیر زندہ رہے تو تم دیکھو گے کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے (تن تنہا) روانہ ہوگی اور کعبے کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہوگا۔" ایک روایت میں ہے کہ "عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ اونٹ بغیر کسی محافظ کے مکہ کی طرف روانہ ہوگا۔"

حدیث کے راوی عدی کہتے ہیں کہ میں نے دل ہی میں کہا کہ قبیلہ طے کے وہ رہزن کہاں جائیں گے جنہوں نے سارے ملک میں فتنہ و فساد اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے (یعنی اپنے زمانے میں اسے یہ بات کچھ انہونی سی معلوم ہوئی کہ اس حد تک امن و امان قائم ہو جائے گا کہ کوئی عورت اکیلی حیرہ سے مکہ جائے گی اور راستے میں اسے کوئی لوٹے گا نہیں۔ وہ صرف اپنے قبیلے کے فتنہ پرداز

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور رہزنوں کو جانتا تھا کہ جو بندگانِ خدا کو خوفزدہ کر کے فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے اس سے فرمایا: "اگر تم نے لمبی عمر پائی تو تم لوگ کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کرو گے۔"

عدی نے کہا: "کسریٰ بن ہرمز؟"

آپؐ نے فرمایا: "کسریٰ بن ہرمز! اور اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنے مال و دولت سے ہاتھ بھر کر سونا چاندی نکالے گا اور کسی شخص کو تلاش کرے گا جو اُسے قبول کرے مگر اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔"

حضرت عدی مسلمان ہو گئے اور انہوں نے خود وہ سب کچھ دیکھا جس کی بشارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ عدی فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا ایک عورت حیرہ سے کعبہ کا طواف کرنے کے لئے روانہ ہوتی ہے اور سوائے خدا کے کسی کا خوف اس کے دل میں نہیں اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر قبضہ کیا تھا۔ اگر تم لوگوں نے لمبی عمریں پائیں تو تم عنقریب اس فرمانِ نبویؐ یخرج مل وکفہ (کوئی شخص اپنے مال و دولت میں سے ہاتھ بھر صدقہ و زکوٰۃ نکالے گا) کی عملی صورت دیکھو گے۔ یعنی تم دیکھو گے کہ دولت کی ریل پیل اور فراوانی ہوگی اور فقراء بالکل نہیں ہوں گے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عدی بن حاتمؓ سے یہ فرمانا کہ "اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنے مال و دولت میں سے ہاتھ بھر سونا چاندی نکالے گا ...... الخ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اتنے قریب کے زمانے میں ہونے والا ہے کہ صحابہ میں سے جن لوگوں کی زندگیاں لمبی ہوں گی وہ اسے دیکھ سکیں گے اور یہ سب کچھ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں ہوا جس کا ہم آگے ذکر کریں گے۔

ایسی احادیثِ نبویؐ بکثرت موجود ہیں جن میں یہ خبر دی گئی ہے کہ امتِ مسلمہ میں دولت کی اتنی فراوانی ہو جائے گی کہ صدقہ و زکوٰۃ کے مستحق افراد کا طبقہ بالکل معدوم ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہ دولت کی فراوانی اور غربت وافلاس کے انعدام کے بارے میں اس رسولِ معصوم کا فرمان، جو اپنی خواہش کا تابع ہو کر کوئی بات نہیں کرتا، مسلمانوں کے اندر فقر و فاقہ کو ختم کرنے کے لئے جوش و جذبہ پیدا کرنے کا باعث ہے اس کے برعکس تورات میں یہ لکھا ہے کہ فقر و فاقہ ابدی ہے اور روئے زمین سے فقراء ختم نہیں ہو سکتے (سفر التثنیہ ۱۵-۱۰-۱۱)

اب ہم ذیل میں کچھ ایسی احادیث پیش کرتے ہیں جو مسلم معاشرے سے فقر و فاقہ کا نام ونشان مٹانے کا باعث ہوئیں۔

بخاری وغیرہ نے حارثہ بن وہب خزاعی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خیرات کرو کیونکہ تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ ایک شخص صدقہ ہاتھ میں لے کر گھومے پھرے گا مگر اسے کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو صدقہ قبول کر لے بلکہ ہر شخص اس صدقہ دینے والے کو یہی کہے گا: "اگر آپ کل آتے تو میں یہ صدقہ قبول کر لیتا۔ مگر آج مجھے اس کی بالکل ضرورت نہیں۔"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم میں مال و دولت کی اتنی فراوانی نہ ہو جائے کہ صاحبِ مال و دولت کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو اس سے صدقہ قبول کر لے اور وہ اسے اپنے مال میں سے صدقہ وزکوٰۃ پیش کرے تو جس شخص کو پیش کرے وہ اس سے کہے " مجھے اس کی کوئی ضرورت اور خواہش نہیں۔"[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی شخص اپنے سونے وغیرہ کی زکوٰۃ لے کر گھومے پھرے گا مگر اسے کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا۔"

[1] عمدۃ القاری ج ۲، ص ۱۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مسلمانوں کے پاس اتنی دولت آگئی کہ سارے معاشرے میں کوئی صدقہ و زکوٰۃ کا مستحق نہیں ملتا تھا۔ مگر یہ اس وقت ہوا جب مسلمانوں کو ایک مستحکم حکومت، عادل حکمران اور خلافتِ راشدہ میسر آگئی تھی اور یہ سب چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع تھیں۔

امام بیہقی نے 'الدلائل' میں عمر بن اسید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز صرف تیس ماہ (ڈھائی سال) مسلمانوں کے حکمران رہے۔ بخدا! ان کے عہد میں کوئی شخص بہت سا مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ اسے فرماتے کہ فقراء و مساکین میں جہاں اس کا مصرف دیکھو اس مال کو دے ڈالو۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ شخص اپنا مال لے کر لوٹ آتا اور کہتا کہ اس مال کو لینے والا مجھے کوئی نہیں ملتا کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مالدار کر دیا ہے۔"

امام بیہقی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے جو ہم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے[1]۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں، " مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے افریقی علاقوں سے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں نے صدقات وصول کرنے کے بعد ان علاقوں کے فقراء کو بلایا تاکہ ان میں وہ صدقات بانٹ دوں۔ مگر مجھے کوئی فقیر ان علاقوں میں نہ ملا اور نہ مجھے اپنے علاقے میں کوئی ایسا شخص ملا جو صدقہ و زکوٰۃ لے لے۔ کیونکہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مالدار بنا دیا تھا۔ چنانچہ میں نے صدقات کی اس رقم سے کچھ قیدی خرید کر آزاد کر دیئے[2]۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت سے پہلے بھی ایک ایسا دور گزرا ہے یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت جبکہ بعض علاقے جو اسلام اور عدل و انصاف کی حکمرانی سے سرفراز تھے، انہیں اس دولت سے بہرہ وافر ملا ہوا تھا جس کی خیر و برکت سے سارے

[1] عمدۃ القاری ج ۱۶، صـ ۱۲۵ [2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہلِ علاقہ متمتع ہو رہے تھے۔ چنانچہ یمن کے علاقے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادے معاذ بن جبل اور ان اشخاص کو جنہیں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے ان کی جگہ مقرر کیا تھا، کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو اُن سے زکوٰۃ لے لے۔ اس صورتِ حال سے مجبور ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ اور اسلامی دارالحکومت مدینہ کو ساری زکوٰۃ بھیج دی تھی۔

آیئے دیکھیں کہ ابوعبید مصنف کتاب الاموال حضرت معاذ والی اس روایت کو کس طرح بیان کرتا ہے۔ ابوعبید کتاب الاموال میں رقم طراز ہیں:

جب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو وہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک لشکر کے ساتھ رہے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے اسے واپس بھیج دیا۔ حضرت معاذ نے اہلِ یمن سے صدقات وصول کر کے ان کا ایک تہائی حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین کو بھیجا۔ آپ نے وہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں کہلا بھیجا کہ "میں نے تمہیں صرف صدقات و جزیہ وغیرہ جمع کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم دولت مند لوگوں سے صدقات وغیرہ لے کر انہیں غرباء و فقراء میں تقسیم کر دو۔" حضرت معاذؓ نے جواب دیا، "میں نے آپ کو کوئی چیز اس حال میں نہیں بھیجی کہ یہاں مجھے کوئی اس کا لینے والا مل رہا ہو۔" پھر جب دوسرا سال آیا تو حضرت معاذؓ نے اہلِ یمن کے کل صدقے کا نصف حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ کے درمیان پھر وہی ماجرا ہوا جو پہلے سال ہوا تھا۔ اس کے بعد جب تیسرا سال آیا تو حضرت معاذؓ نے کل صدقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے پھر اسی طرح واپس بھیج دیا جس طرح پہلے بھیج دیا تھا اور وہی کہلوا بھیجا جو پہلے کہلا بھیجا تھا۔ اس پر حضرت معاذؓ نے جواب دیا "مجھے یہاں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں مل سکا جو مجھ سے زکوٰۃ وغیرہ لے لے۔"

اللہ اللہ! یہ حدیث کتنی عظیم اور عمدہ ہے۔ یہ حدیث جسے ہم کتابوں میں پڑھ کر گزر جاتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور اس کے عدلِ اجتماعی نے چند سالوں میں مسلمانوں کو دولت مندی، معاشی کفالت اور استحکام کی صورت میں وہ ثمرات دیئے ہیں جو مذکورہ حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال موجود ہے؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے چشمِ فلک نے کوئی ایسا حکمران دیکھا ہے جو اپنے گورنر کو اس بات سے منع کرے کہ وہ مختلف علاقوں سے مال و دولت جمع کر کے دار الحکومت بھیجے اور اس سے کہے کہ میں نے تمہیں اس لئے گورنر بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ تم اپنے علاقوں سے ٹیکس اور دیگر محصول وغیرہ وصول کر کے مجھے بھیجو جیسا کہ بادشاہ لوگ کرتے ہیں۔ اگر فقیہ صحابی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا یقین نہ دلا دیتے کہ ان کے علاقے میں معاشی عدل و انصاف کا دور دورہ ہے اور یہ کہ وہ کوئی شے انہیں اس حالت میں نہیں بھیج رہے کہ ان کے علاقے میں اس کا کوئی ضرورت مند ہو، تو وہ اس علاقہ کے دولتمندوں سے مال لے کر وہاں کے فقراء کو دینے کا پورا اہتمام کرتے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے علاقے کے غرباء کی ضروریات کو نظر انداز کر کے زکوٰۃ و صدقات امیر المؤمنین کو بھیج دیتے، حالانکہ وہ خود ہی تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا: "وہاں کے دولت مندوں سے مال لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو۔"

تمام علاقوں کے مسلمان ایک امت ہیں۔ لہٰذا جب کسی خاص علاقے کے باشندے زکوٰۃ و صدقات سے بے نیاز ہو جائیں اور وہاں کے دولت مندوں کے مالوں کی زکوٰۃ سے غرباء کی ضروریات پوری ہونے کے بعد کچھ بچ جائے تو اس سے کسی دوسرے علاقے کے غرباء کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے یا مسلمانوں کی مرکزی حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس کی ضرورت سے زائد زکوٰۃ کو ایسے کاموں پر خرچ کر دے جن میں مسلمانوں کے لئے اجتماعی اور دینی اعتبار سے خیر و صلاح ہو۔

جب اور جہاں اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کئے جانے کا موقع ملا تو اس نے وہ نتائج اور ثمرات پیدا کئے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ جو مسلمان قوم بدقسمتی سے اس عدیم المثال نظامِ زندگی کی برکات سے محروم ہو گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ظالم لوگ اس پر زبردستی مسلط ہو گئے ہیں اور مال و

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دولت پر بیوقوفوں اور عقل کے اندھوں کا قبضہ ہے اور دین میں جہالت اور بدعت نے اور بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

عالمِ واقعات سے پیش کردہ ان مثالوں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو فقر و غربت کو ایک مرضِ لا دوا اور بلائے بے درماں سمجھتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی سراسر غلطی پر ہیں جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام میں نظامِ زکوٰۃ کا بنایا جانا اسلامی معاشرے میں فقرا اور فقراء کے وجود کی ضرورت کا "سرکاری طور پر اعتراف" ہے۔

مسلم معاشرے میں فقراء و غرباء کا وجود کوئی مطلق اور حتمی امر نہیں ہے بلکہ ہنگامی اور وقتی بات ہے جس سے مسلم معاشرے کی طرح غیر مسلم معاشرے بھی دوچار ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس کی روک تھام کے لئے لازمی قوانین و اصول وضع کئے جائیں۔ اسلام کا نظامِ زکوٰۃ بھی اسی قسم کے قوانین پر مشتمل ہے۔

آج بھی اگر اسلامی نظامِ زندگی کو کسی معاشرے میں پوری طرح نفاذ کا موقع دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ فقر و غربت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے اور دولت و ثروت کے چشمے پھوٹ پڑیں اور لوگ امن و اطمینان کی زندگی گزارنے لگیں اور غربت و افلاس اور احتیاج و مسکنت اور بھوک اور خوف بالکل کافور ہو جائیں اور ہر شخص کو بافراغت روزی ملنے لگے حتیٰ کہ جب اس سوسائٹی میں پیداوار بڑھنے لگے گی اور اسلام کے نظامِ عدل و انصاف کے تحت دولت اور حصولِ دولت کے ذرائع کی منصفانہ تقسیم ہو گی تو سارے معاشرے میں کوئی زکوٰۃ کا مستحق فقیر نہیں ملے گا۔ اور زکوٰۃ دوسرے مصارف تالیفِ قلوب، قیدیوں، قرضداروں، راہ خدا میں نکلنے والوں اور مسافروں پر خرچ کی جانے لگے گی۔

٭ ٭ ٭

04680

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

ادارۂ معارف اسلامی کی کتب

			صفحات
۱۔ اسلامی ریاست	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی		۷۲۵
۲۔ معاشیات اسلام	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی		۴۳۶
۳۔ ادبیات مودودی	مرتبہ:۔ خورشید احمد		۴۴۷
۴۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی (اوّل)	علامہ راغب الطباخ	ترجمہ مولانا افتخار احمد بلخی مرحوم	۵۰۰
۵۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی (دوم)	علامہ راغب الطباخ	ترجمہ مولانا افتخار احمد بلخی مرحوم	۴۴۸
۶۔ اسلام کا روشن مستقبل	سید قطب شہید	ترجمہ عبدالحمید صدیقی	۱۳۲
۷۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل	سید قطب	ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	۲۱۴
۸۔ کیا ہم مسلمان ہیں	محمد قطب	ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	۲۱۶
۹۔ مسئلہ کشمیر	ممتاز احمد		۳۹۴
۱۰۔ اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو	ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی	ترجمہ معروف شاہ شیرازی	۲۹۱
۱۱۔ تعمیر سیرت حصہ اوّل	افادات مولانا اشرف علی تھانوی	مرتبہ طاہر رسول قادری	۲۰۸
۱۲۔ تعمیر سیرت حصہ دوم	افادات مولانا اشرف علی تھانوی	مرتبہ طاہر رسول قادری	زیر طبع
۱۳۔ بدیع الزمان سعید نورسی	ثروت صولت		
۱۴۔ اسلام اور معاشی تحفظ	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	ترجمہ عبدالحمید صدیقی	
۱۵۔ ایمان اور زندگی	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	ترجمہ عبدالحمید صدیقی	۱۸۷
۱۶۔ جدید جاہلیت	محمد قطب	ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	۳۲۸
۱۷۔ انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء	محمد قطب	ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	۲۷۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ